حضرت خواجہ غلام محی الدین دائم الحضوری قصوریؒ کے حالات وکشف وکرامات

عرض حال

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی تبلیغ واشاعت ایسے کٹھن فریضے کی انجام دہی کا سہرا بڑی حد تک ان بزرگان دین، صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے سر ہے جنہوں نے کفر وشرک کی تند وتیز آندھیوں میں حق وصداقت کے چراغ روشن کیے اور رشد وہدایت کی وہ شمعیں جلائیں جنہوں نے راہ گم کردہ انسانیت کو صراط مستقیم پر لا ڈالا۔ان بزرگان دین کی داستانیں بڑی طویل ہیں، انہیں قلمبند کرنے کے لیے بڑے بڑے دفتر درکار ہیں۔ان بزرگان دین اور صوفیائے عظام نے جگہ جگہ درس وتدریس کے لیے مکاتب ومدارس اور قلب ونظر کی اصلاح وتربیت کے لیے ذکر وفکر کے حلقے قائم کیے! جویان حق ملک کے دور دراز گوشوں سے آتے اور اپنی تشنگی بجھاتے، اس طرح ان بزرگان دین نے قرآن حکیم کے اس ارشاد کے مطابق کہ

تم میں ایک ایسی جماعت ہونا چاہیے جو نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔

تبلیغ اسلام کے لیے مردان پاکباز کی ایسی جماعتیں تیار کیں جنہوں نے جابر وظالم حاکموں کے سامنے حق وصداقت کے نعرے بلند کیے۔انہی بزرگان دین میں سے خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ کی ذات گرامی ایک روشنی کے مینار اور چراغِ راہ کی طرح نظر آتی ہے۔انہوں نے پنجاب میں سکھ گردی کے دور میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ بہ احسن وجوہ انجام دیا۔قصور شریف کی مردم خیز سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کے خاندان کی متعدد نامور شخصیتیں اسی خاک سے پیدا ہوئیں اور بالآخر یہیں آسودہ خاک ہوگئیں۔

یہاں صرف اتنا ذکر ہی کر دینا کافی ہوگا کہ خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ قصوریؒ کے پوتے تھے اور حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ قصوریؒ اپنے دور کی وہ بے بدل شخصیت ہیں جن کے سامنے پنجابی زبان کے شیکسپیئر حضرت پیر وارث شاہؒ اور معروف صوفی وشاعر حضرت بلھے شاہؒ نے زانوئے تلمذ طے کیا اور سلوک ومعرفت کی منزلوں سے گزرے۔

آپ کے حالات زندگی مختلف کتابوں اور رسالوں میں بکھرے پڑے تھے اس بندۂ ناچیز کو یہ خیال گزرا کہ آپ کے حالات کو کتابی شکل میں یکجا کر کے شائع کروں، شاید اللہ تعالیٰ اسی سعادت کی بدولت اپنا قرب بخش دے۔

ایک عرصہ تک یہ خیال دل ہی دل میں چٹکیاں لیتا رہا۔

اور پھر، طویل تلاش وجستجو کے بعد حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ کے حالات بہ ہزار دقت جمع

کیےاور آخر نصرت خداوندی سے اب اس کتاب کی اشاعت کی نوبت پہنچی ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ!

میں نے بڑی چھان پھٹک کے بعد تمام اختلافی پہلوؤں سے بچ کر آپ کے سوانح حیات کو قارئین کے سامنے پیش کرر ہاہوں۔اس سے کوئی دنیوی منفعت مقصود نہیں۔اگر آپ کی زندگی کے ہمہ گیر حالات سے مریدین اور عام قاری مطمئن ہو گئے،تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت وکاوش بار آور ہوگئی۔کتاب کی ہر تصریف وتوصیف کا پہلو خدائے پاک کی نصرت وامداد کا نتیجہ ہےاور ہر تشنگی میری اپنی کم مائیگی پر دال ہے۔

بڑی ناسپاس گزاری ہو گی اگر میں یہاں میں حافظ محمد مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین لِلہ شریف کی معاونت کا اعتراف نہ کروں انہوں نے کتاب کے مواد کے متعلق مفید مشوروں سے نوازا۔اور ضرورت کے مطابق مواد کی ترتیب وتدوین میں بھی مشورے دیتے رہے۔برادرم اقبال احمد فاروقی بھی میرے انتہائی شکریہ کے مستحق ہیں کہ کتاب کی اشاعت کے ہر مرحلے میں میری مدد کی۔

حضرت خواجہ قصوری اور خاندان کے دوسرے بزرگوں کے حالات منتشر تھے۔کوئی واقعہ کسی ایک شخص کے پاس موجود تھا تو دوسرا کسی دوسرے کے پاس۔تصنیفات کا بھی یہی عالم تھا کہ قلمی نسخے متعدد لوگوں کے پاس موجود تھے لیکن میری عدیم الفرصتی اور علالت سفر سے مانع رہی۔

آپ کی اولاد اور آپ کے خلفا کے حالات بھی اختصار کے ساتھ کتاب ہذا میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔انشاء اللہ اس کتاب کی موجودگی ہر قاری کو آپ کے حالات کے متعلق باقی کتابوں سے بے نیاز کر دے گی۔ترمیم و اصلاح کی گنجائش ہر تحریر میں ہوتی ہے اس سلسلے میں تمام مشورے بصد شکریہ قبول کیے جائیں گے!

خادم الفقراء

سید شبیر احمد عفی عنہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَولَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عِترَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعلُومٍ لَّکَ ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَولَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عِترَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعلُومٍ لَّکَ ٥

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی آمد!

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی فتح ونصرت کا پلا ریلا سندھ کے راستے آیا جب کہ فاتح سندھ محمد بن قاسم نے 712ء میں راجہ داہر کے ظلم وستم سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے مٹھی بھر حق پرستوں کے ساتھ سارے سندھ کے علاقے پر ہلالی پرچم لہرایا۔ محمد بن قاسم نے ملتان تک کا علاقہ فتح کر کے برصغیر میں پلی اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ مسلمانوں کے اندرونی انتشار وخلفشار کی بدولت یہ سلطنت نہ تو زیادہ مستحکم ہوسکی اور نہ زیادہ دیر تک قائم ہی رہ سکی، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ سندھ باب السلام کہلانے لگا اور برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کا راستہ کھل گیا۔

چنانچہ ایک عرصہ تک ایران اور عرب سے مسلمان اسی راستے سے برصغیر میں داخل ہوتے رہے۔ جو مسلمان عرب سے برصغیر میں وارد ہوتے تھے ان کی اکثریت سندھ اور ملتان کے علاقوں میں آباد ہونا زیادہ پسند کرتی تھی۔

قیاس یہ کہتا ہے کہ اس کی بعض طبعی وجوہ ہوں گی۔ چونکہ عرب کی آب وہوا، رہن سہن یہاں تک کہ خوراک ولباس کی مطابقت سندھ اور ملتان سے بہت زیادہ تھی اس لیے یہ لوگ ان علاقوں میں آباد ہوتے رہے۔

چونکہ ان دنوں صرف ملتان ہی اس سارے رقبے میں ایک بڑا شہر تھا اس لیے نوارد مسلمانوں کی آخری منزل ملتان ہی قرار پائی یہی وجہ ہے کہ ملتان اسلامی تہذیب وتمدن اور عرب تہذیب ومعاشرت کا ایک عرصہ تک مرکز بن رہا۔ یہاں مسلمانوں کے مزاروں کی کثرت بھی اس امر پر دال ہے۔ اس سارے علاقے میں آج بھی اہل عرب کی خصوصیات نمایاں ہیں۔ سندھی اور ملتانی، زبان میں عربی الفاظ آج بھی ملتے ہیں خاص کر سندھی میں تو کثرت سے عربی الفاظ موجود ہیں۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ ان علاقوں کے لوگوں میں عرب معاشرت کا ایک نمایاں کردار مہمان نوازی کا پرخلوص اور شدید جذبہ آج بھی اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ ان علاقوں کے لوگوں کو اہل عرب سے خاص نسبت رہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَولَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عِترَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعلُومٍ لَّکَ ۝

حضرت خواجہ قصوری ﷺ کا خاندانی پس منظر!

حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، انوار مرتضوی کے علاوہ مشائخ عظام، اور صوفیائے کرام کے متعدد تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا خاندان بھی عرب سے ترک وطن کر کے وارد سندھ ہوا۔

آپ کا حسب ونسب خلیفہ اول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار امیر المومنین حضرت ابوبکر

صدیق عنہ سے جاملتا ہے۔آپ کے خاندان کے کچھ لوگوں نے تو مستقل طور پر سندھ کے علاقہ میں رہائش اختیار کی۔لیکن آپ کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت خواجہ عبدالملک صاحب ﷫ نے قدم آگے بڑھایا اور پنجاب کے ایک مردم خیز شہر قصور شریف کو اپنا مستقر بنالیا۔صدیوں تک اس خاندان کے بزرگ اسی خطہ زمین کو اپنے فیض روحانی کی بارش سے سیراب کرتے اور مخلوق خدا کو رشد و ہدایت کا راستہ دکھاتے تبلیغ واشاعت اسلام کا مقدس فریضہ ادا کرتے اور اسی شہر میں آسودہ خاک ہوتے رہے۔

جن دنوں حضرت خواجہ عبدالملک ﷫ قصور شریف تشریف لائے اس وقت برصغیر میں دولت مغلیہ کا آفتاب اقبال نصف النہار کا دور دورہ تھا۔اہل علم واہل خرفہ امن وخوشحالی ہی میں پھلتے پھولتے ہیں۔شاہجہان کو شعرو ادب اور علم وفن کا مذاق ورثے میں ملا تھا۔اس نے سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی برصغیر کے کونے کونے سے اہل علم حضرات کو اپنے گرد اکٹھا کرلیا ملا سعد اللہ خاں۔ملا عبدالحکیم سیالکوٹی۔شیخ سلیم چشتی پانی پتی۔ملا افضل سیالکوٹی ملا جیون۔ملا عبدالقادر اور ایسی ہی دیگر بہت سی نامور شخصیتیں اسی شاہجہانی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔

عربی کا مقولہ ہے کہ

الناس علیٰ دین ملوک ہم۔

لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔

شاہجہاں کی علم دوستی اور دینداری نے عوام وخواص کو یہی روش عطا کی۔خود اس کا ثبوت قصور شریف کے عوام کی اس مثال سے ملتا ہے کہ جب انہوں نے حضرت خواجہ عبدالملک ﷫ کے علم وفضل کا شہرہ سنا تو آپ کے لیے نہ صرف دیدہ دل فرش راہ کیے بلکہ آپ کو قصور شریف آنے اور اپنے علم وفضل کی شمع سے اس گوشے کو بھی منور کرنے کی دعوت دی۔

انہی دنوں مغلیہ سلطنت کے ایک سفیر وکیل خاں مرحوم کی بیوہ نے قصوری سوداگروں سے یہ فرمائش کی کہ وہ کوئی صحیح النسب قریشی لڑکا تلاش کریں تاکہ وہ اپنی لڑکی کو اس سے رشتہ ازدواج میں منسلک کر سکے۔حضرت حافظ عبدالملک ﷫ کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا۔آپ صحیح النسب قریشی بھی تھے۔چنانچہ قصوری سوداگروں نے آپ کے قصر آنے کی دعوت دی۔تاکہ وکیل خاں مرحوم کی بیوہ کی خواہش بھی پوری ہو سکے اور اس علاقے کو آپ ایسا زاہد ومتقی عالم نصیب ہو جو یہاں علم وفضل کی شمع روشن کرے،چنانچہ آپ ان قصوری سوداگروں کی عوت پر تشریف لائے یہ آمد کیا تھی گویا حضرت خواجہ حافظ حاجی عبدالملک ﷫ کی اولاد اور قصور شریف لازم وملزوم ہو کر

رہ گئے۔ آپ کی شادی وکیل خاں مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی اور پھر آپ نے مستقل رہائش قصور شریف میں اختیار کی۔

اس سے یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ اس وقت تک حضرت خواجہ عبدالملک ؒ کے علم وفضل کا شہرہ سندھ سے نکل کر دور دور تک پہنچ چکا تھا ورنہ سندھ ایسے دور دراز اور پسماندہ علاقے میں ایک مرد خدا دوست کی موجودگی کا علم اہل قصور شریف کو کس طرح ہوسکتا تھا۔

قصور شریف میں ورود پذیر ہونے کے بعد آپ نے یہاں درس وتدریس اور ذکر وفکر کا سلسلہ شروع کیا اور پھر ایک عالم آپ کا گرویدہ ہوگیا۔

افسوس ہے کہ حضرت خواجہ عبدالملک ؒ کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہوسکے۔ نیز چونکہ کتاب ہذا میں حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری ؒ دائم الحضوری کے حالات تحریر کرنا مقصود ہے اس لیے خاندان کے دوسرے بزرگوں کے حالات کی تفصیلات کی نہ تو گنجائش ہے اور نہ ہی عدیم الفرصتی اس کی اجازت دیتی ہے کہ شبدیز قلم کو شاہ راہ کی بجائے پگڈنڈیوں پر بھی دوڑاتا رہوں۔

البتہ اجمالاً خاندان کے دوسرے بزرگوں کے حالات بھی ورطہ تحریر میں آتے جائیں گے اور اس کا مضائقہ بھی نہیں!

حضرت خواجہ عبدالملک ؒ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے مخدوم پنجاب حضرت خواجہ حافظ غلام مرتضٰی جانشین مقرر ہوئے۔ سعادت مند بیٹے نے درویش خدادوست باپ کی مسند سنبھالنے کا نہ ہی صرف حق ادا کیا بلکہ والد نے علم وفضل کی جو شمع روشن کی تھی اس کی لو کو اور بھی تیز کردیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُومٍ لَّکَ ٥

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری ؒ دائم الحضوری

ولایت وتصوف کا یہ آفتاب عالم تاب ۱۲۰۲ ہجری کو طلوع ہوا۔ آپ کی پیدائش بھی قصور میں ہوئی۔ آپ کی عمر ابھی بمشکل ایک سال کی ہوئی تھی کہ والد محترم حضرت خواجہ غلام مصطفٰی ؒ اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے اور اس طرح آغوش مادر ہی میں آپ کو داغ یتیمی سے ہمکنار ہونا پڑا۔ آپ کی پرورش کا ذمہ آپ کے عم بزرگوار حضرت مولانا خواجہ شیخ محمد ؒ قصوری نے اٹھایا۔

پڑے تھے جس طرح کہ موتیوں کا ہار ٹوٹ جائے اور موتی ادھر ادھر بکھر جائیں۔

اس منتشر دفتر پارینہ کی شیرازہ بندی کی سعادت اس فقیر کے حصے میں آئی ہے۔میں ایک مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ سے نصرت وامداد طلب کرتا ہوں۔آپ کی صرف ایک اولاد نرینہ تھی جن کا نام نامی، اسم گرامی حضرت خواجہ حافظ غلام محی الدینؒ ہے۔یہ وہی ذات گرامی ہے جن کے حالات وسوانح لکھنے کے لیے میں نے نصرت خداوندی کے شامل حال ہونے کی دعائیں مانگی ہیں۔یہ کتاب بھی انہی کے اسم مبارک یعنی انوار محی الدین سے منسوب کی گئی ہے۔اور اب کتاب کا وہ حصہ شروع ہوتا ہے جسے مرتب ومدون کرنے کی آرزو کو ایک مدت کے بعد عملی جامہ پہنا رہا ہوں۔

دہلی کا سفر

چونکہ اس دور میں سفر اور سیاحت کے بغیر تحصیل علم میں کسی کا کمال تسلیم ہی نہیں کیا جاتا تھا اور پھر بزرگان دین اور مشائخ عظام تو اپنے سے بلند رتبہ اولیائے وقت کی تلاش میں دور دراز کا سفر اختیار کیا کرتے تھے تاکہ مظاہر فطرت کا مشاہدہ کر کے ایمان باللہ کو اور مضبوط بنائیں۔چنانچہ آپ نے بھی اس غرض سے اوائل شباب میں بریلی کا سفر کیا۔وہاں آپ کے خاندان کے کچھ افراد بھی رہتے تھے۔آپ اپنے ان بزرگوں سے ملاقی ہوئے اور پھر سیر وسیاحت کا شوق انہیں دہلی لے گیا۔

دہلی میں حضرت قطب زماں خواجہ عبداللہ شاہ غلام علی نقشبندی مجددی مظہری دہلویؒ کی خدمت اقدس میں بھی حاضر ہوئے۔وہ صاحب نظر اور صاحب حال بزرگ اس جوہر قابل کو فوراً پہچان گئے چنانچہ آپ سے انتہائی محبت خلوص اور عنایت کا مظاہرہ کیا۔

چونکہ وہ قیوم زماں حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ کے خلیفہ تھے اور سلسلہ مجددیہ سے منسلک ہونے کی ترغیب دی۔لیکن چونکہ ابھی تک آپ کے عم محترم حضرت خواجہ شیخ محمد قصوریؒ بقید حیات تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کرنے کے علاوہ سلسلہ قادریہ میں ان سے خلافت بھی حاصل کی تھی۔اس لیے ان کی زندگی میں کسی دوسرے سلسلے سے منسلک ہونا بہتر نہ جانا،اور خاموش رہے۔ادب کا تقاضا بھی یہی تھا کہ سکوت اختیار کیا جاتا۔

ابتدائی تعلیم

اس در یتیم کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری عم بزرگوار کے کندھوں پر تھی جب طفولیت کی منزلوں سے گزر کر سن شعور کو پہنچے تو عم محترم نے تعلیم کا انتظا کیا۔حضرت خواجہ شیخ محمد قصوریؒ خود وقت کے صاحب علم اور صاحب دل بزرگ تھے۔انہیں علوم متداولہ پر پورا عبور حاصل تھا۔اس لیے انہوں نے یتیم بھتیجے کی تعلیم وتربیت کا بھی خود اہتمام کیا اور یہ بیڑا بھی خود اٹھایا۔آپ نے ان سے معقول ومنقول کی تمام کتابیں پڑھیں اس کے علاوہ صرف ونحو،

قواعد فلسفہ منطق، اسماء الرجال، حدیث، شرح اور فقہ کی تعلیم بھی انہی سے حاصل کی۔

اگر چہ ان علوم میں کمال حاصل کرنے کے لیے انہیں دور دراز کے سفر بھی اختیار کرنا پڑے اور کئی دوسرے اساتذہ وقت کے سامنے زانوئے تلمذ بھی طے کیا۔

عم محترم کو تصوف کے سلسلوں میں سلسلہ قادریہ کی خلافت حاصل تھا۔ جب علوم ظاہری سے فراغت پانے کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے تو سلسلہ قادریہ کی تعلیمات کے مطابق سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد اپنے عم محترم سے ہی سلسلہ قادریہ کی خلافت بھی حاصل کی۔

شاہ صاحب مے فرمودند

درویش خدادوست کی محفل کا رنگ دیکھتے رہے اور پھر کچھ دنوں بعد واپس قصور تشریف لے آئے۔

بیعت مجددیہ

جب آپ کے عم محترم کا انتقال ہو گیا تو سلسلہ مجددیہ میں حصولِ فیض کی غرض سے حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمتِ اقدس میں دوبارہ حاضر ہوئے۔ اس واقعہ کو اپنی تصنیف ملفوظات شریفہ چہل روزہ المعروف چہل مجالس میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"جس روز یہ احقر طریقہ عالیہ مجددیہ کی بیعت کے ارادے سے حضور کی محفل مبارک میں حاضر ہوا تو آپ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ:

امروز امرے عظیم ظہورے کند کہ فاضلے از ما اخذ طریقہ مے نماید۔ ترجمہ: آج امر عظیم یعنی ایک بہت بڑا کام ظاہر ہو رہا ہے اور وہ یہ کہ ایک عالم فاضل شخص ہم سے فیضِ طریقت حاصل کر رہا ہے۔

آپ کے خلیفہ حضرت مولانا غلام مرتضیٰ صاحبؒ بیربل والا نے آپ کے سفر دہلی کے بارے میں لکھا ہے کہ اپنے عمِ محترم کی وفات کے بعد آپ پھر دہلی تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزاری کہ کفش برادری کی خدمت حاصل کرنا چاہتا ہوں، حضرت شاہؒ صاحب آپ کے ساتھ انتہائی عزت و تکریم سے پیش آئے، اس سے قبل آپ پہلی مرتبہ گیارہ ماہ تک شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے تھے۔ تو حضرت شاہؒ صاحب نے آپ کو صوفیا کے تین سلسلوں یعنی نقشبندیہ، مجددیہ، قادریہ اور چشتیہ میں خلافت کی مکمل اجازت دی تھی اور آپ کی بے حد تعریف بھی کی تھی۔

آپ خود حضرت قبلہ شاہ غلام علی صاحب ﷫ کی خدمت میں حاضری کے متعلق اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

آپ نے میرے دونوں ہاتھ اپنے بابرکت ہاتھوں میں لیے اور بارگاہِ خداوندی میں نہایت عجز وانکسار سے عرض کیا کہ:

الٰہی! ہر فیض کہ حضرت غوث الاعظم ﷫ ار آبائے کرام خود ارشاد از مرشدان دیگر عطاء و دیگر فیض کہ از کسبِ خود حاصل نمودہ اند بجلدی تمام نصیب ایشاں فرما!

ترجمہ: اے باری تعالیٰ! ہر ایک فیض جو حضرت غوث الاعظم ﷫ نے اپنے باپ دادا سے ورثہ میں اور دوسرے بزرگوں اور مرشدوں سے بطور عطا اور جتنے فیض اپنی محنت اور کمال سے حاصل کیے وہ سب کے سب جلدی ان کو نصیب فرما۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ دعا فرمانے کے بعد آپ نے میرا دایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر ہوا میں لہرایا اور فرمانے لگے:

دستِ شمارا در دست حضرت غوث الاعظم ﷫ دادیم در ہر کار دینی و دنیوی مدد و معاون شما باشند۔

ترجمہ: ہم نے تمہارا ہاتھ حضرت غوث الاعظم ﷫ کے ہاتھ میں دیا۔ اب حضرت غوث الاعظم ﷫ ہر دینی و دنیوی کام میں آپ کے مددگار اور معاون ہوں گے۔

حضرت قبلہ شاہ غلام علی صاحب ﷫ کی خدمت میں آپ نے جس تیزی کے ساتھ سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں۔ اس کی ایک مثال آپ نے اپنے ملفوظات میں لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

حضرت قبلہ شاہ غلام علی صاحب ﷫ صاحب نے ایک مرتبہ مفتی شہر کی موجودگی میں میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تین چار ماہ ہوئے یہ مولوی صاحب قصور سے آئے ہیں۔ اس قلیل عرصہ میں انہوں نے جو کمال حاصل کیا ہے مفتی صاحب! وہ آپ چھ سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ ہمارے بڑھاپے کی محنت ہے۔

حضرت قبلہ شاہ غلام علی دہلوی ﷫ اپنے ایک مرید حضرت مولانا خالد رومی کو حضرت قبلہ خواجہ قصوری ﷫ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''مولانا غلام محی الدین ﷫ نے مجھ سے تعلیم حاصل کی اور کشادگی ان کی نسبت باطن میں پیدا ہوئی۔ تمام انعامات الٰہی سبحانہ سے ایک یہ کہ مولوی مسطور قصور سے بندۂ لاشے کے پاس آیا۔ چند ماہ میں نسبت احمدیہ کو پہنچا اور با اجازت خلافت ممتاز کو پہنچا۔

شاہ صاحب اکثر آپ کی مدح وثنا کرتے تھے۔ اپنے مریدوں میں سے جو علاقہ پنجاب لاہور، ملتان اور پٹیالہ سے تعلق رکھتے تھے انہیں حضرت خواجہ قصوری ؒ کے سپرد فرمایا۔ خواجہ قصوری ؒ نے قبلہ شاہ صاحب کے ملفوظات چہل روزہ تحریر فرمائے۔ ان میں عجیب وغریب نقاط بیان فرمائے ہیں۔ ان ملفوظات شریفہ کی مثل کوئی کتاب سلوک مجددیہ کی دیکھنے میں نہیں آئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی ؒ نے ان ملفوظات کے متفرق اوراق کو جمع کیا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی ؒ نے اپنی کتاب مقاماتِ مظہریہ خورد کے آخر میں جہاں انہوں نے اپنے خلفا کا ذکر کیا ہے، حضرت قبلہ قصوری ؒ کے متعلق ان الفاظ میں اظہارِ خیال فرمایا ہے:

جامع کمالات علوم ِ ظاہر و باطن حضرت مولوی غلام محی الدین ؒ صاحب تلمیذ نے بہت فائدہ حاصل کیا۔ بلدہ قصور کے نزدیک سے اور عنایت الٰہی سبحانہ سے نسبت احمدیہ کو پہنچے، نہ صرف اجازت بلکہ خلافت پائی فالحمدللہ سبحانہ، عم نوالہ اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ عام کے ساتھ ان کو اپنی محبت اور معرفت کے چراغ طلب کے ساتھ امام مستفید فرمائے۔

ایک روز قطب العالم حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلوی ؒ کی محفل میں حضرت خان نجیب الدین خاں قصوری شرف قدمبوسی کو حاضر ہوئے۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور خوشی کے عالم میں فرمایا کہ:

مولوی غلام محی الدین ؒ را پیر کدام مکان کنیم؟ مولوی غلام محی الدین رحمتہ اللہ کو کس جگہ کا پیر بنایا جائے؟

خان صاحب نے یہ سن کر عرض کیا۔

پیر قصور! کہ انہیں قصور کا پیر بنادیجئے۔ اس پر حضرت خواجہ شاہ غلام علی ؒ جوش میں آگئے اور فرمایا۔

عجب قاصر ہمت، ہستی اورا پیر تمام پنجاب خواہیم کردر۔

تم بہت کم ہمت ہو۔ ہم انہیں سارے پنجاب کا پیر بنائیں گے۔

ایک دن حضرت خواجہ قصوری ؒ پر گریہ طاری ہوا۔ حضرت شاہ صاحب ؒ کو بھی اس کی خبر ہوگئی۔ جب آپ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت شاہ صاحب ؒ نے فرمایا ''دوسری تکلیفوں میں رونا ایک دن کا ہوتا ہے لیکن فقیری میں ہمیشہ کا رونا ہے اور یہ رونا کبھی ختم نہیں ہوتا۔

ملفوظات چہل مجالس میں فرماتے ہیں کہ ''مولوی صاحب! مولویت را بگذر وآہ بیاموزید! مولوی صاحب! مولویت کو چھوڑو، اور آہ بکاری سکھیو! صوفیا کے نزدیک اس سے خشوعِ قلب کی دولت میسر آتی ہے۔

خواجہ صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ پھر میرے دل میں آہ کا چاند چمک اٹھا۔ میں نے بارگاہِ ایزدی میں دعا

کی کہ یا اللہ اس میں کمی نہ کرنا بلکہ اس میں زیادتی فرمانا۔ اور اس وقت آہ کی تعریف میں یہ دو شعر زبان سے نکل گئے۔

مدے که طرفه برسر آدم کشیده اند
آں مدِ آه دان که پیش آفریده اند
مدِ آده گر نبودے برسرِ آدم پدید
او ادم بودے که یعنی چرم گاؤ گو سفند

وہ عجیب مد جو کہ لفظ آدم کے سر پر کھینچی گئی ہے اس کو آہ کی مد سمجھنا چاہیے جسے پہلے پیدا کیا جا چکا ہے۔ اگر یہ آہ کی مد آدم کے سر پر ظاہر نہ ہوتی تو یہ لفظ آدم ہوتا اور اس کے معنی ہیں بکری اور گائے کا چمڑا۔

ملفوظات چہل مجالس میں حضرت خواجہ قصوریؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی چودہ تاریخ تھی گرمی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھا۔ یہ فقیر اپنی حکمت عملی سے پانی ٹھنڈا کر کے افطاری کے لیے حضورؒ کے پاس لے گیا۔ جب حضورؒ نے دور سے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا: بگو مجنوں! چہ آوردی برائے تحفۂ لیلیٰ؟

حضرت خواجہ قصوریؒ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر فقیر نے دل میں جواباً عرض کیا: ''دل صد پارہ آوردم اگر باشد بداں میلے''! جب وہ ٹھنڈا پانی حضور کے سامنے رکھا تو کمال رضامندی اور خوشی سے دعا فرمائی: **بَرَّد اللہ قلبک ببرد معرفته۔** ''اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو معرفت کی ٹھنڈک سے ٹھنڈا کرے۔

نوٹ: لفظ مجنوں کے تحت حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ نے ملفوظات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

لایومن احدکم حتیٰ یقال انه مجنون٥

یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے متعلق یہ نہ کہہ دیا جائے کہ تحقیق وہ مجنوں ہے۔

پھر حضرت خواجہ صاحبؒ تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضورؒ نے اس غریب الدیار، پریشان حال کے متعلق لفظ مجنوں استعمال فرمایا تو گویا کمال ایمان کی بشارت دی ہے۔

اللہ اللہ، قلب ونظر کی یہ رسائی بھلا ہر ایک کو کہاں میسر آتی ہے اور ایک عام انسان کا ذہن کب اس طرف منتقل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی دنیا دار شخص ہوتا تو بس یہ سمجھ لیتا کہ آپ نے لفظ مجنوں از راہ محبت یا شوخی طبع کے لیے ہی ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن حق بین نگاہوں اور صحیح اور صالح قوت فکر کے چشمے نے کس طرح حقیقت کی بلندیوں کی طرف راہنمائی

کی۔

حضرت خواجہ قصوریؒ فرماتے ہیں

بریں مژدہ گرجاں فشانم رواست

کہ ایں مژدہ آسائشِ جانِ ماست

یعنی اگر میں اس خوش خبری پر جان بھی قربان کر دوں تو ٹھیک ہے کیونکہ یہ بشارت میری جان کی آسائش و آرام ہے۔ایک دن عصر کے حلقے میں حضرت خواجہ قصوریؒ حاضر تھے۔محمد حسن چشتی صاحبؒ صاحب بھی جو کہ حضور خواجہ شاہ صاحب دہلویؒ کی بارگاہ عالیہ میں بے حد مقبول تھے حلقے میں حاضر تھے۔حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ نے حضرت خواجہ قصوریؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ محمد حسن اپنی زبان حال سے تمہیں کہتا ہے۔

نالہ زمن بود کہ بلبل زود برد

یک نفس داشدنی داشت دلم گل زودبرد

ترجمہ: مجھ سے نالہ و بکا شروع ہوا تھا کہ بلبل جلدی سے لے گیا۔دل کی کلی کھلنے میں ایک گھڑی باقی تھی کہ اسے جلدی سے پھول نے چرا لیا۔یہ سن کر حضرت خواجہ قصوریؒ نے بھی زبان حال سے حضورؒ اقدس کی خدمت میں عرض کیا۔

نیا وردم از خانہ چیزے نخست

تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

ترجمہ: میں اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا ہوں یہ تو سب آپ نے ہی دی ہیں۔میری تمام چیزیں آپ ہی کی ہیں۔

خلافت واجازت

ایک دن حضرت خواجہ شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ محفل میں اجازت اور خلافت کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے۔آپ نے حضرت خواجہ قصوریؒ دائم الحضوری کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

ہم بہت جلد تجھے اجازت دیں گے اور آزمائش کے لیے اپنے سامنے توجہ دلائیں گے۔

توجہ دینا صوفیائے کرام کی اصطلاح ہے جس میں مرشد اپنے مرید کے قلب ونظر کی اصلاح و تربیت کے لیے اپنی روحانی قوت کے تصرف سے اس پر ایک خاص کیفیت طاری کرتا ہے جس سے مرید کے دل کی دنیا روشن ہوتی

ہے اور لطائف کھلتے ہیں۔

شعبان المعظم کی ۲۷ تاریخ تھی اور چہارشنبہ کا روز تھا کہ حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب دہلویؒ نے طریقہ القاء اور حلقہ کی اجازت بخشی۔ قبلہ شاہ صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد عظیم صاحبؒ اور حضرت صاحبزادہ رؤف احمد صاحبؒ کو بطور گواہ طلب فرمایا اور حضرت خواجہ پیر قصوری دائم الحضوریؒ کو اپنے قریب بٹھایا اور پھر فرمانے لگے کہ آج آپ کو ہم چھ سلسلوں یعنی قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، مجددیہ اور کبرویہ میں بیعت وخلافت کی اجازت دیتے ہیں۔ پھر نصیحت فرمائی کہ:

جو فیض کا طالب ہو، اور اور اپنی تشنگی کا اظہار کرے اس کے دل میں القا کرتے رہنا۔ پھر القا کا طریقہ بھی فرمایا:

پھر اپنی کلاہ مبارک اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر رکھی۔ دیر تک اپنا ہاتھ حضرت خواجہ قصوریؒ کے سر پر رکھے رہے۔ کچھ دیر بعد فرمایا کہ آؤ! ان چھ سلسلوں کا فیض بھی علیحدہ علیحدہ تمہارے سینے میں القا کر دوں۔

جب آپ توجہ سے القائے فیض کو ودیعت کر چکے تو حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ اٹھے، آداب ونیاز بجالائے۔ تشکر وامتنان کے احساسات وجذبات چھلکے پڑتے تھے انہیں قابو میں نہ رکھ سکے، بے اختیار آپ کے قدموں میں گر پڑے اور دیر تک اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھے گریہ کناں رہے اور عرض کرتے جاتے تھے کہ

من سگِ گرگین لائق ایں تشریف شاہی
نہ بودم محض بہ عنایت کرم و فضل نمودہ اند!

حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کلاہ مبارک میری اپنی نہیں بلکہ کئی پشتوں سے ہمارے پاس چلی آرہی ہے۔ یہ پیران کبار کی ہے۔ پھر فرمایا کہ خرقہ خلافت ۲۷ رمضان المبارک کو بخشا جائے گا۔ اس لیے کہ یہ دن اپنے تقدس وعظمت کے اعتبار سے لاثانی ہے اسی روز قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا تھا۔

آخر وہ مبارک ساعت بھی آن پہنچی جس کی خاطر حضرت خواجہ قصوریؒ ہزاروں میل کا سفر طے کر کے ایک عرصہ تک پیر باصفا کی خدمت میں مصروف تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ پیر کامل نے اس گوہر آبدار کے جوہر کو پوری طرح چمکا دیا تھا۔ اللہ اللہ وہ در یتیم جو بالکل بچپن میں ہی والد کے سایہ شفقت سے محروم ہو گیا تھا اور جس کو عمِ محترم نے پرورش کیا تھا آج سلوک کی انتہائی منزلیں طے کر چکا تھا۔ حق تعالیٰ نے اسے وہ سعادت بخشی تھی کہ پیر بھی ایسے شاگرد پر فخر وناز کرتے تھے۔

ملفوظاتِ چہل روزہ

چنانچہ ۲۷ رمضان المبارک کا دن آیا تو نمازِ مغرب کے بعد اس گوہر شناس نے کہ زمانہ جسے شاہ غلام علی ؒ کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کرتا ہے حضرت خواجہ قصوری ؒ کو طلب فرمایا اور خرقہ خلافت اور کلاہ پہلے خود پہنا اور اپنے جسم مبارک سے اسے برکت وفضیلت بخشی۔ پھر مرید باصفا پر توجہ فرمائی اور اپنے دستِ مبارک سے خرقہ پہنانے لگے۔

حضرت محمد عظیم ؒ اور حضرت صاحبزادہ رؤف احمد صاحب ؒ سے فرمایا کہ تم بھی خرقہ پہنانے میں مدد دو کہ پیرانِ عظام کی یہ بھی سنت ہے چنانچہ وہ آگے بڑھے اور خرقہ پہنانے میں تعاون کرنے لگے۔ پھر اپنے دست مبارک سے کلاہ شریف آپ کے سر پر رکھی اور القاو حلقہ کی اجازت کی تجدید فرمائی اور کہا کہ:

ہماری طرف سے تمہیں کُھلی اجازت ہے کہ جو کوئی طلبِ فیض کے لیے آئے۔ ہماری طرف سے فیض و اذکار کا القا کرنا! اللہ تعالیٰ پیران کبار اور مشائخ عظام کے صدقے تاثیر اور ثمرات بخشے گا۔

عیدالاضحیٰ کا روز تھا۔

حضرت شاہ غلام علی صاحب ؒ نمازِ عید کے لیے عیدگاہ میں تشریف لے گئے۔ نماز ادا ہو چکی تو عقیدت مندوں نے ہجوم کیا اور قدم بوسی کے لیے آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ حضرت خواجہ قصوری ؒ بھی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے لیکن خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ مجبوراً اس انتظار میں کہ یہ عقیدت مند فارغ ہو لیں تو پھر قدم بوسی کا شرف حاصل کریں گے۔

چنانچہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں شاہ ؒ نے یاد فرمایا آواز آئی ''مولوی قصوری ؒ کجاست بیاید؟''

یہ آواز کانوں کے پردوں سے ٹکرائی۔ آپ فوراً اٹھے اور جا کر قدم بوس ہو گئے حضرت قبلہ شاہ صاحب ؒ نے اپنے دست مبارک سے آپ کا سر اٹھا کر سینہ مبارک سے لگا لیا اور اس قدر توجہ فرمائی کہ آپ کے دل میں ایک منفرد جوش وحرارت بھر دی۔ پھر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ حضرت خواجہ قصوری ؒ پھر اپنی جگہ پر تشریف لے آئے۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب ؒ اپنے پیر طریقت حضرت خواجہ قیوم زماں مرزا مظہر جان جاناں شہید دہلوی ؒ کے مزار اقدس پر تشریف لے گئے اور قدم گاہ کی خاک اٹھا کر اپنی آنکھوں، رخساروں اور دل پر ملی پھر بائیں جانب بیٹھ گئے اور فرمانے لگے:

یا حضرت! نہایت ضعیف ہو گیا ہوں، اب تو بیٹھ کر بھی نماز پڑھنا مشکل ہو گیا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نے ساری عمر مجھے خوش رکھا۔ اب اللہ تعالیٰ آپ کے طفیل خاتمہ بخیر کر دے۔

اسی جگہ شاہ رحمتہ اللہ صاحب قبلہ نے حضرت خواجہ قصوریؒ کو پھر یاد فرمایا اور آپ کا ہاتھ دیر تک ہوا میں لہراتے رہے۔ پھر آپ کو حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کے سپرد کیا اور بصد ادب و احترام انتہائی دلگداز لہجے میں فرمایا:

یا حضرت! یہ غریب الدیار آپ کے گھر آیا ہے اس کے حق میں اپنی تمام تر عنایات فرمائیں۔ پھر سہارا لے کر اٹھے اور اندر تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلویؒ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ حضرت غوث الاعظمؒ، حضرت معاویہؓ را جلیفہ پنجم نوشتہ اند، ما غلام محی الدین را خلیفہ پنجم خود گردانیدیم۔

القصہ حضرت شاہ صاحبؒ آپ پر بے حد مہربان تھے اور ہر طرح کی نظر عنایت فرماتے تھے۔ مرشد کامل کی نظر عنایت ہی کا نتیجہ تھا کہ آٹھ نو ماہ کے اندر اندر آپ نے سلوک کی وہ تمام منازل طے کر لیں جو دوسرے سالہا سال کی محنت شبانہ اور ریاضت کے بعد بھی حاصل نہیں کر پاتے۔ پھر آپ کو خلافت بخشی اور رخصت فرمایا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی نے آپ کو بیعت و خلافت کی جو اجازت دی تھی اس اجازت نامے کی نقل حسب ذیل ہے۔

''مولانا مولوی غلام محی الدین قریشی قصوری زرقہ دوام الحضوری نزد ایں فقیر رسید بہرہ یاب کمالاتِ صوری و معنوی گردیدہ و حقیقت مسمےٰ الباطن و کمالات نبوت حقیقت موسوی و احمدی و حقیقت قرانی را بدرجہ یافتہ۔ دست ایشاں دستِ من مقبول ایشاں مقبولِ من ایشاں را پیر قصور کردیم ایشاں را پیر لاہور کردیم ایشاں را پیر پنجاب کردیم۔

علم حدیث میں آپ کو شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ دہلی میں رہ کر آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے علم حدیث پڑھا اور اس میں وہ مقام حاصل کیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے آپ کو علمِ حدیث پڑھانے کی باقاعدہ اجازت اور سند دی تھی۔

تحفہ دستگیریہ میں اس کی نقل ان الفاظ میں موجود ہے:

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد شفیع المذنبین وعلیٰ آلہ واصحابہ الہادین اما بعد میگوید فقیر عبدالعزیز دہلوی عفی اللہ عنہ کہ مولوی غلام محی الدین صاحب را اجازت خواندن و تعلیم احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب العالمین بشرط مراجعت بطرف شروح و تراجم کتب حدیث وقت تدریس دادم و نیز اجازت تفاسیر کلام مجید دادم و سند کتاب حدیث کہ اصح کتب حدیث صحیح بخارست نوشتہ دادم سندہ

ہکذا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ

دہلی سے واپسی

سیاسی حالات

یہ وہ دور تھا جب کہ دولت مغلیہ دم توڑ رہی تھی۔ ہر طرف انتشار وافتراق کا دور دورہ تھا۔ سلطنت دہلی کا اقتدار برائے نام تھا۔ اصل طاقت انگریز کے ہاتھ میں جا چکی تھی۔ ماسوائے پنجاب کے باقی سارے ملک پر عملاً انگریزی کی علمداری تھی۔ دکن میں مرہٹوں نے تباہی مچائی ہوئی تھی۔ اگرچہ احمد شاہ ابدالی کے حملے نے ان کی طاقت کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے تھے لیکن وہ گروہوں میں بٹ کر لوٹ مار قتل وغارت میں مصروف تھے اور دوبارہ اپنا اقتدار قائم کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

وسط ہند اور شمالی ہند میں ہندو جاٹوں نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر رکھی تھیں اور سب سے بدتر حالت پنجاب کی تھی۔ اگرچہ یہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور کئی صدیوں تک مسلمانوں نے یہاں حکومت بھی کی تھی لیکن اب سکھ گردی نے پنجاب میں وہ تباہی مچائی تھی کہ الحفیظ والامان۔

پنجاب میں مسلمانوں کا اقتدار سکھوں ہی کے ہاتھوں سے ختم ہوا۔ نادر شاہ نے جب دہلی پر حملہ کیا تو واپسی پر اس کی فوج نے پنجاب کو بھی نشانہ بنایا۔ نادر شاہ کا حملہ عذابِ الٰہی سے کم نہ تھا، اور اس نے مسلمانوں کی رہی سہی ساکھ کا جنازہ نکال دیا۔ سکھوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور رنجیت سنگھ نے آہستہ آہستہ پنجاب کے اضلاع میں اپنی طاقت کو بڑھانا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ پنجاب کا حاکم بن بیٹھا۔

یہ وہ دور تھا جسے مسلمانوں کی ابتلاو آزمائش کا بدترین دور کہا جاسکتا ہے۔ اس پُر آشوب دور میں کلمہ حق بلند کرنے اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے فریضہ کی انجام دہی کا کام بڑے ہی دل گردے کی بات تھی۔ کیونکہ سکھوں نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے اور جس طرح مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اس کے پیش نظر کسی کو یہ جرات نہ ہوتی تھی کہ وہ زبان بھی کھول سکے۔

یہ وہ حالات تھے جن کی موجودگی میں آپ کو واپس قصور آ کر اپنا فرض ادا کرنا تھا چنانچہ دہلی سے قصور کے لیے رختِ سفر باندھا اور اپنے آباواجداد کی سرزمین میں لوٹ آئے۔ یہاں پہنچ کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں کو رشد وہدایت آپ کا شیوہ تھا اور یہی اوصاف تھے جن کی بدولت آپ اس انتہائی مایوس کن دور میں اصلاح وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

سیر و سفر اور تبلیغ دین

آپ کے مرشد نے آپ کو سیر و سفر کا حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے خود لوگوں کے پاس پہنچا جائے۔ اگرچہ لوگ مور و ملخ کی طرح قصور کا رخ کرتے اور فیض یاب ہوتے تھے لیکن تبلیغ اسلام کا فریضہ سفر کا تقاضا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ کا طریقہ تھا کہ صرف رمضان المبارک کا مہینہ گھر میں قیام فرماتے اور سال کے باقی گیارہ ماہ سفر میں رہتے۔ اور لوگوں کو رشد و ہدایت کا درس دیتے اور ایک مرتبہ تو رمضان المبارک کا پورا مہینہ بھی مٹھاٹوانہ میں ہی گزر گیا۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں ڈیرہ غازی خاں، چوہڑ کانہ، میانی شاہ پور، پاک پتن شریف اور لاہور اکثر آتے جاتے رہتے تھے۔ بریلی اور دہلی کا سفر حصولِ تعلیم کے لیے کیا تھا۔ اس کے علاوہ گجرات ملتان اور برضغیر کے متعدد شہروں کا سفر بھی آپ نے کیا۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کا ارشاد تھا کہ "سفر کرتے رہنا"

آپ نے اس ارشاد کے پیش نظر بھی سفر کو اپنا معمول بنالیا تھا۔

یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے کہ ایسی بدامنی کے دور میں جب کہ ہر بستی قتل گاہ بن رہی تھی۔ گیارہ ماہ سفر میں رہنا کس قدر خطرناک ہو سکتا تھا لیکن آپ اپنا فرض ادا کر رہے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب کہ ذرائع مواصلات کی وہ آسانیاں فراہم نہ تھیں جو بعد میں میسر آئیں۔ اس کے باوجود آپ نے دور دراز کا سفر بھی کیا۔ جہاں جاتے راستے میں خلقِ خدا کو رشد و ہدایت کا درس دیتے جاتے۔ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا فریضہ سفر و حضر میں کہیں بھی چھوٹنے نہ پاتا تھا۔

شعر و ادب

آپ کو شعر و ادب سے بھی دلچسپی تھی۔ سخن فہم اور سخن گو بھی تھے۔ آپ کے شعر آورد کی بجائے آمد کا بہترین نمونہ ہیں۔ عربی، فارسی اردو اور پنجابی میں شعر گوئی کی۔ لیکن اسے صرف اپنے ذوق سخن گوئی تک محدود رکھا۔ کیونکہ سخن گوئی جس یکسوئی اور تنہائی کا تقاضا کرتی ہے۔ اس سے دین کی تبلیغ و اشاعت میں رکاوٹ پڑتی تھی۔ عربی فارسی اور اردو پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ عربی دانی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک عرب نے آپ کو عربی زبان میں خط لکھا۔ آپ ے اس کے خط کا جواب بھی عربی میں دیا۔ زبان اسقدر فصیح و بلیغ اور صحیح استعمال کی، کی وہ شخص اہل زبان ہونے کے باوجود عش عش پکار اٹھا، آپ کی عربی دانی پر دنگ رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں خیال کرتا تھا کہ یہاں کوئی عربی دان نہیں۔ آج معلوم ہوا کہ میں غلطی پر تھا۔ انتہائی طوائف الملو کی کے دور میں آپ نے شعر و ادب کے بے مثال نمونے پیش کیے۔

حلیہ مبارک اور لباس

آپ کا رنگ گندمی چہرہ گول جوں چاند کا ہالہ آنکھیں بڑی اور موٹی جن سے ذکاوت تقدس اور شرم و حیا کے

علاوہ جلال و جمال بھی ٹپکتا تھا۔ ابرو اور پلکیں گھنی دہن مبارک گول اور تنگ دندان مبارک لعل و یاقوت کو شرماتے تھے۔ کشادہ پیشانی سینہ چوڑا، بازو کی مچھلیاں بھری اور ابھری ہوئیں، قد بوٹے کی طرح نکلتا ہوا جسم نہ بہت دبلا نہ مائل بہ ضربہی، ہاتھوں کی انگلیاں خوبصورت اور لمبی۔ غرض یہ کہ آپ ایک بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ سبک رفتار تھے چلتے تو نظریں جھکا کر اور دائیں بائیں بہت کم دیکھتے تھے۔

لباس میں قمیض، پائجامہ استعمال کرتے تھے۔ سر پر ہمیشہ ٹوپی پہنتے اور اس پر گول سفید دستار باندھ لیتے۔ کبھی کبھی گھر میں تہہ بند بھی استعمال کرتے تھے۔ سفید رنگ سے آپ کو خاص انس تھا۔ سفید لباس زیادہ پسند فرماتے۔ اس بات کا خاص اہتمام کرتے کہ لباس سادہ لیکن صاف ستھرا اور شریعت کے مطابق ہو۔ لباس میں کوئی غیر شرعی کاٹ چھانٹ قطعاً پسند نہ تھی۔ مریدوں کو بھی ہمیشہ نصیحت فرماتے کہ لباس شرعی رکھیں۔

طریق گفتگو

آپ کی گفتگو میں بڑی ملائمت تھی۔ زیادہ اونچی آواز میں نہ کسی کو بلاتے اور نہ خود ہی بلند آواز میں بات کرتے بلکہ لب ولہجہ ایسا ہوتا تھا کہ حلقے میں بیٹھے ہوئے یا مخاطبین آسانی سے سن کر مطلب سمجھ پاتے۔ بات کرنے میں عجلت یا تیزی وطراری نہیں ہوتی تھی بلکہ اس رفتار اور انداز سے گفتگو فرماتے کہ سننے والا اگر چاہتا تو لفظ اور حرف تک گن سکتا تھا۔ یہ انداز اس لیے اختیار فرماتے کہ تبلیغ و نصیحت کے وقت یہ انداز بڑا دلنشیں ہوتا ہے، سامع کے دل کی گہرائیوں میں یہ بات اترتی چلی جاتی ہے اور جہاں اسے کچھ توقف ہو، سن کر وضاحت کرا سکتا ہے نیز اس سے سامع کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اسے مرعوب کرنے کے لیے گفتگو کی جارہی ہے۔

گفتگو میں اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ مخاطب کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کی جائے۔ اگر مخاطب سادہ لوح ان پڑھ ہوتا تو بالکل ٹھیٹھ دیہاتی لہجہ اختیار کر لیتے۔ اگر مخاطب صاحب علم وفضل ہوتا تو اس کے علم وفضل کے پیش نظر بلند سطح پر گفتگو فرماتے۔ اس سے اظہار علمیت ہرگز نہ تھا بلکہ صاحب علم حضرات خود بھی اسی قسم کی گفتگو کرتے ہیں اور پھر ان کا شعور اور ذہنی سطح بھی عام لوگوں کی نسبت کہیں بلند ہوتی ہے۔ اسی لیے آپ اس بات کا خاص خیال رکھتے۔

آپ کی گفتگو میں نہایت متانت اور سنجیدگی ہوتی تھی۔ بے جا تمسخر اور ٹھٹھہ مذاق سے اجتناب فرماتے۔ گفتگو عین شریعت کے مطابق ہوتی تھی۔ اس میں چھوٹے بڑے کا ادب و احترام اور شفقت و محبت ملحوظ خاطر رکھتے۔ اشارۃً یا کنایۃً بھی کوئی ایسی بات نہ کرتے جس سے کسی کے جذبات مجروح ہوں کبھی درشت لہجے میں بات نہ کرتے۔ جب کوئی دوسرا بات کر رہا ہوتا تو قطع کلامی سے ہمیشہ پرہیز کرتے۔ جب تک دوسرا شخص اپنی بات مکمل نہ

کر لیتا اس وقت تک خاموشی سے اس کی بات سنتے اور صرف جواب میں اتنی بات فرماتے جس سے مخاطب کو اپنی بات کا جواب مل جاتا۔ طول وطویل گفتگو سے اجتناب کرتے کہ اس سے بحث ومباحثہ کا پہلو نکلتا ہے جس سے تلخی پیدا ہوتی ہے۔

اگر کوئی دینی یا علمی بات پوچھتا تو کمال متانت کے ساتھ اسے سمجھاتے، اور مسئلہ کو پوری طرح ذہن نشین کرا دیتے۔

گفتگو ہمیشہ مدلل مرماتے تھے تاکہ مخاطب یا سامع یہ نہ خیال کرے کہ آپ اپنے آپ کو حکم کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

دینی مسائل پر جو گفتگو فرماتے وہ آیات قرآن مبین اور احادیث کے حوالوں سے مزین ہوتی۔ اس کے ساتھ علمائے دین اور ائمہ کرام کے حوالے بھی دیتے تھے۔ چونکہ طبعیت میں شعر گوئی کا ملکہ بھی تھا۔ اس لیے بعض اوقات گفتگو میں دلیل وبرہان کے طور پر شعر بھی استعمال کرتے تھے۔ جو کوئی دینی یا علمی بات پوچھنا چاہتا تو اس کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ اچھے علمی اور دینی موضوعات پر بات چیت کر کے خوشی محسوس کرتے۔ دینی مسائل کے متعلق جس کسی میں تجسس کا مادہ پاتے تو اس پر بہت خوش ہوتے اور ہر موقع پر اس کی حوصلہ افزائی کرتے۔

عادات واطوار

لباس اور گفتگو کا بیان وضاحت سے ہو چکا۔

اب آپ کے دوسرے عادات واطوار کا ذکر کرتا ہوں۔ حضرت خواجہ قصوری ؒ آداب مجلس کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ خود بھی اس کی پابندی کرتے اور دوسروں سے بھی پابندی کی توقع رکھتے۔ مجلس میں پاؤں پھیلا کر بیٹھنے کو معیوب خیال فرماتے۔ ہمیشہ مجلس میں دوزانو بیٹھتے اور دوسروں کو بھی اسی طرح بیٹھنے کی نصیحت فرماتے کہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اگر مجلس بیٹھ چکی ہوتی اور آپ بعد میں تشریف لاتے تو ہمیشہ خود سلام کرتے اور سلام کا جواب نہایت محبت اور شفقت سے مسکرا کر دیتے۔ کوشش فرماتے کہ مصافحہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مستحسن قرار دیا ہے۔

عام مسلمانوں اور خاص کر مریدین کو ایک دوسرے سے احسان ومروت کا سلوک کرنے کی نصیحت فرماتے۔ خود ارکانِ دین کی سختی سے پابندی کرتے، اور مریدین اور جملہ مسلمانوں کو بھی دین اسلام کے ارکان کی پابندی کا مشورہ دیتے۔ آپ کا اپنا معمول تھا کہ رات کے تیسرے حصے میں بیدار ہوتے اور ذکر وفکر، مراقبہ اور حلقہ میں مصروف

ہو جاتے۔

نماز تہجد کی سختی سے پابندی کرتے اور مریدین کو بھی نماز تہجد ادا کرنے کا حکم فرماتے۔

آپ کے معمولات میں یہ بھی شامل تھا کہ آپ روزانہ پانچ پارے قرآن حکیم کے تلاوت فرماتے تھے، باقی عبادات اس کے علاوہ تھیں۔ تلاوت کے بعد دعائے مغنی شریف، قصیدہ غوثیہ شریف، قصیدہ بردہ شریف اور دعائے جزب البحر وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔

مریدین کو بھی تلاوت قرآن حکیم کا سختی سے حکم فرماتے کہ اس سے دل کی سیاہی دور ہوتی ہے اور اطمینان قلب کی دولت ہاتھ آتی ہے۔

محفل میں ہر شخص کو آنے کی اجازت تھی اور فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ کے دروازے ہر کس و ناکس پر کھلے ہیں۔ یہاں کسی پر کوئی پابندی عائد نہیں۔ سفر و حضر میں نماز ہمیشہ وقت پر اور باجماعت ادا فرماتے۔ جب سفر درپیش ہوتا تو راستے میں بھی تبلیغ و اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دیتے جاتے۔

آپ کو اگر کوئی مرید یا دوسرا شخص دعوت دیتا تو اسے رد نہ کرتے بلکہ اس کی دعوت قبول فرمالیتے اور کہتے کہ دعوت کا قبول کر لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اس سے مسلمانوں میں باہمی اتفاق، محبت اور انس بڑھتا ہے۔ آپ انتہائی متحمل، صابر و شاکر اور بردبار تھے۔

آپ کی عادت مبارک یہ بھی تھی کہ کھانے میں کسی قسم کا تکلف نہ فرماتے جو چیز کھانے کے لیے سامنے رکھی جاتی اس میں عیب ہرگز نہ نکالتے۔ البتہ جو چیز مزاج کے مطابق نہ ہوتی اسے استعمال نہ کرتے۔ ساری زندگی کھانے کے معاملے میں کم خور رہے۔ کھانے میں کبھی بسیار خوری سے کام نہ لیا۔ فرماتے تھے کہ بسیار خوری عبادت کے راستے میں حائل ہوتی ہے۔ اس سے روح اپنی لطافت کھو بیٹھتی ہے اور حیوانی جذبات بڑھتے ہیں۔

دسترخوان پر بیٹھتے تو نشست و برخواست ہمیشہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق رکھتے۔ اگر عام مجلس میں کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو سب کے ساتھ بیٹھتے اور سب کے ساتھ اٹھتے۔ بعض لوگوں کی طرح دسترخوان کو تہہ و بالا کرنے کی عادت نہ تھی۔ صرف ضرورت کے مطابق ہی کھانا برتن میں لیتے۔

مریدین کا طریقہ تھا کہ وہ آپ کے معمولات اور طریقوں کا جائزہ، اور مشاہدہ کرتے اور اپنے آپ کو ان کے مطابق ڈھالنے میں کوشاں رہتے۔

حضرت خواجہ قصوریؒ زندگی کے ہر معاملے میں یہاں تک کہ نشست و برخاست میں بھی سنتِ رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سختی سے پابندی کرتے۔

ہر نماز سے قبل مسواک کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سختی سے پابندی کرنے کو فرمایا ہے۔ دن میں صرف ایک مرتبہ ذکر و فکر کے لیے حلقے کا اہتمام فرماتے۔ اس سے مریدوں کا تزکیہ نفس، ان کی روحانی قوت کا فروغ اور دل میں عشقِ حقیقی کی آگ کو شعلہ زن کرنا تھا۔ اکثر نماز مغرب کے بعد حلقہ منعقد کرتے تھے۔

جب کسی پر توجہ فرماتے تو تسبیح ہاتھ میں رکھتے۔ جب کوئی خالصاً دنیا دار آدمی آپ کے پاس آتا تب کچھ پڑھا کرتے تھے کہ یہ چلا جائے۔ آپ اپنے مریدوں کو اور عام لوگوں کو بھی تبلیغ میں نصیحت فرماتے کہ مصائب و تکالیف میں انسان کو صبر کرنا چاہیے اور شکیبائی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے۔

آپ اپنی ہر نصیحت میں صبر و شکر اور عزم و استقلال کی تلقین فرماتے تھے جب ہم حضرت خواجہ قصوریؒ کی تعلیمات پر غور کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کی تعلیمات میں اس پہلو کو محور و مرکز کی حیثیت حاصل ہے، تو ہمارے سامنے اس دور کا سیاسی نقشہ کھنچ جاتا ہے اور یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نصیحت کے اس پہلو میں ایک زبردست حکمت پوشیدہ تھی وہ یہ کہ اس دور میں سلطنت مغلیہ کا آفتابِ اقبال گہنا چکا تھا۔ مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت و سلطنت اب دم توڑ رہی تھی ہندو سکھ، مرہٹے اور انگریز مسلمانوں کے دشمن ہو رہے تھے۔ خاص کر پنجاب میں سکھ گردی اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی۔ ایک طرف مسلمانوں کے دل میں اپنے ہزار سالہ اقتدار، اور دولت کے برباد ہونے کا رنج و غم تھا تو دوسری طرف ان پر دشمنوں نے زمین تنگ کر رکھی تھی۔ ایسے میں حسرت و یاس کا چھا جانا اور ہمت ہار بیٹھنا ایک فطری سی بات ہے، یہ ساری سیاسی صورت حال آپ کے سامنے تھی۔ آپ وقت کے نباض تھے اور جانتے تھے کہ ایسے میں مسلمانوں کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ لہذا یہ ضروری تھا کہ

روحانی قوت کے ساتھ مسلمانوں کے حوصلے بندھائے جاتے۔ انہیں مصائب و تکالیف برداشت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی تلقین کرتے رہتے تا کہ انہیں حوصلہ اور اطمینان ہوتا۔

اس سے یہ امر بھی بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ بعض دوسرے مسلمان صوفیا کرام کی طرح محض گوشہ عافیت میں بیٹھنے والے نہ تھے بلکہ حالات کے ہر پہلو پر آپ کی نظر ہوتی تھی اور آپ جملہ مسلمانوں کے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی مسائل سے پوری طرح آگاہ تھے۔

یہ امر آپ کی وسعتِ نظر اور ایک عظیم تر مقصد کی غمازی کرتا ہے اور اپنے ہم عصروں پر آپ کو فوقیت عطا کرتا

ہے۔آپ کی عادت مبارک یہ بھی تھی کہ کسی شخص کو اس کے جائز مرتبے یا رتبے سے زیادہ نہ بڑھاتے تھے۔جو شخص قابل تعریف ہوتا اس کی تعریف کرتے کہ یہ سنت خداوندی ہے۔اللہ تعالیٰ بھی اپنے نیک بندوں کی تعریف کرتا ہے۔فرماتے تھے کہ بے جا تعریف سے نفس بے قابو اور فخر و تکبر کا شکار ہو جاتا ہے اور فخر و تکبر کی لعنت نے فرشتوں کے استاد ابلیس کو قعرِ مذلت میں گرا دیا تھا۔

علمی فضیلت

حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری ؒ دائم الحضوری نے جن دو اشخاص سے تحصیل علم کیا وہ دونوں اپنے وقت کے جید عالم اور صاحب دل بزرگ تھے۔حضرت خواجہ شیخ محمد صاحب ؒ جو آپ کے عمِ محترم تھے اور جنہوں نے والد محترم کی وفات کے بعد آپ کی پرورش اور تعلیم کا ذمہ لیا تھا اور دوسرے حضرت شاہ غلام علی دہلوی ؒ جو دہلی کے مشہور بزرگ اور شاعر حضرت خواجہ مظہر جان جاناں ؒ کے خلیفہ اور مرید خاص تھے۔

حضرت خواجہ قصوری ؒ کو قرآن و حدیث، منطق فلسفہ، فقہ، اسماء الرجال، فصاحت و بلاغت، خطابت، قواعد، صرف ونحو، شرح، شعر و ادب اور اس کے علاوہ تمام علوم متداولہ پر پورا پورا عبور حاصل تھا۔آپ کے استاد اور پیرو مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی ؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ مظہر جان جاناں شہید ؒ کے حالات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے۔اس کے آخر میں خلفائے مظہریہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خواجہ قصوری ؒ کے متعلق یوں گویا ہوئے ہیں:

جامع الکمالات علومِ ظاہر و باطن حضرت مولوی محی الدین کہ تلامذہ و مستفیدان بسیاء وارند از بلدۂ قصور نزد ایں سراپا قصور آمدہ سعادت فیوض باطن کردند۔بعنایتِ الٰہی سبحانہ دراندک مدت بہ نسبت ہائے احمدیہ مناسبت بہم رسانیدہ اجازت بلکہ خلافت یافتہ فاطمہ اللہ سبحانہ عم نوالہ اللہ تعالیٰ بفضل عام خود ایشاں را مروج طلاب محبت و معرفت جناب ربانی خود وامام مستفیدان فرماید (آمین)

سبحان اللہ والحمد للہ ایں ہمہ انعامات الٰہی بواسطہ حضرت ایشاں یعنی حضرت مرزا صاحب مرزا مظہر جان جاناں است علیھم الرحمتہ الرضوان من عمر بر باد داوہ ست وکسلان کہ وصف پیر یست جوانی بہ غفلت بسر بردہ با ایں مرتبہ باشم از یں ناچیز کہ عزیزان استفادہ نمودہ و می نمانید افادہ فیوض حق سبحانہ می کنند ستار یہائے اوست عم نوالہ امیدوارم کہ روز قیامت در زمرہ ایں طریقہ علیہ برخیزم و بہ یمن عنایات حضرت ایشاں از فائزان و مفلحان باشم۔آمین۔

ایک اور خط میں حضرت مولانا بشارت اللہ صاحب بہرا ئچی ؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ:

ہے۔آپ کی عادت مبارک یہ بھی تھی کہ کسی شخص کو اس کے جائز مرتبے یا رتبے سے زیادہ نہ بڑھاتے تھے۔جو شخص قابل تعریف ہوتا اس کی تعریف کرتے کہ یہ سنت خداوندی ہے۔اللہ تعالیٰ بھی اپنے نیک بندوں کی تعریف کرتا ہے۔فرماتے تھے کہ بے جا تعریف سے نفس بے قابو اور فخر وتکبر کا شکار ہو جاتا ہے اور فخر وتکبر کی لعنت نے فرشتوں کے استاد ابلیس کو قعرِ مذلت میں گرا دیا تھا۔

علمی فضیلت

حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ دائم الحضوری نے جن دو اشخاص سے تحصیل علم کیا وہ دونوں اپنے وقت کے جید عالم اور صاحب دل بزرگ تھے۔حضرت خواجہ شیخ محمد صاحبؒ جو آپ کے عمِ محترم تھے اور جنہوں نے والد محترم کی وفات کے بعد آپ کی پرورش اور تعلیم کا ذمہ لیا تھا اور دوسرے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ جو دہلی کے مشہور بزرگ اور شاعر حضرت خواجہ مظہر جان جاناںؒ کے خلیفہ اور مرید خاص تھے۔

حضرت خواجہ قصوریؒ کو قرآن وحدیث، منطق فلسفہ، فقہ، اسماء الرجال، فصاحت وبلاغت، خطابت، قواعد، صرف ونحو، شرح، شعر وادب اور اس کے علاوہ تمام علوم متداولہ پر پورا پورا عبور حاصل تھا۔آپ کے استاد اور پیر ومرشد حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ مظہر جان جاناں شہیدؒ کے حالات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے۔اس کے آخر میں خلفائے مظہریہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خواجہ قصوریؒ کے متعلق یوں گویا ہوئے ہیں:

جامع الکمالات علومِ ظاہر وباطن حضرت مولوی محی الدین کہ تلامذہ ومستفیدان بسیاء وارند از بلدۂ قصور نزد ایں سراپا قصور آمدہ سعادت فیوض باطن کردند۔بعنایتِ الٰہی سبحانہ دراندک مدت بہ نسبت ہائے احمدیہ مناسبت بہم رسانیدہ اجازت بلکہ خلافت یافتہ فاطمہ اللہ سبحانہ عم نوالہ اللہ تعالیٰ بفضل عام خود ایشاں را مروج طلاب محبت ومعرفت جناب ربانی خود وامام مستفیدان فرماید (آمین)

سبحان اللہ والحمد للہ ایں ہمہ انعامات الٰہی بواسطہ حضرت ایشاں یعنی حضرت مرزا صاحب مرزا مظہر جان جاناں است علیہم الرحمتہ الرضوان من عمر بر باد داوہ ست وکسلان کہ وصف پیر یست جوانی بہ غفلت بسر بردہ باایں مرتبہ باشم ازیں ناچیز کہ عزیزان استفادہ نمودہ ومی نمانید افادہ فیوض حق سبحانہ می کنند ستار یہائے اوست عم نوالہ امیدوارم کہ روز قیامت در زمرہ ایں طریقہ علیہ برخیزم وبہ یمن عنایات حضرت ایشاں از فائزان ومفلحان باشم۔آمین۔

ایک اور خط میں حضرت مولانا بشارت اللہ صاحب بہرائچیؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ:

اکثر میگوئم کہ شہ چار کس در یاران من شاد میاں ابو سعیدؒ و رؤفؒ احمد و احمد سعیدؒ و دیگر مولوی قصوریؒ غلام محی الدؒین پیدا شدہ است۔

ایک موقع پر جب کہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے پاس مفتی شہر بھی تشریف رکھتے تھے اور یہ دور وہ تھا کہ حضرت خواجہ قصوریؒ اپنے پیر و مرشد کی نگرانی میں حصول تعلیم میں مصروف تھے اور سلوک کی منزلوں سے گزر رہے تھے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے مفتی شہر کو مخاطب کر کے حضرت خواجہ قصوریؒ کے متعلق فرمایا تھا کہ "تین چار ماہ ہوئے یہ مولوی صاحب قصور سے تشریف لائے۔ان تین ماہ کے اندر اندر انہوں نے وہ کچھ حاصل کر لیا جو تم چھ سال میں بھی حاصل نہیں کر سکے۔یہ ہمارے بڑھاپے کی محنت ہیں"۔

آپ کے استادِ محترم کے یہ الفاظ اس حقیقت پر دال ہیں کہ آپ کا علمی مرتبہ بڑا بلند تھا۔بڑے ذہن رسا تھے اور علم کے حصول کا شوق بھی تھا اور اس پر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صاحبِ علم اساتذہ اور بزرگوں کی صحبت بخشی۔جہاں یہ سب پہلو یکجا ہو جائیں وہاں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علمی اعتبار سے آپ کی شخصیت کس پایہ کی ہوگی آپ کے اشعار و خطبات اور باقی تصانیف آپ کی علمی فضیلت پر گواہ ہیں۔مگر افسوس کہ تفصیل کے ساتھ آپ کی تصانیف کو جمع نہیں کیا جا سکا۔نا معلوم زمانے کی دست برد نے کتنے انمول علمی گوہر ہماری آنکھوں سے اوجھل کر دیئے۔لیکن اس کے باوجو آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں جن سے آپ کا بلند علمی پایہ ظاہر ہوتا ہے۔

۱۔ تحفہ رسولیہ شریف (فارسی نظم)

۲۔ دیوانِ حضوری (فارسی نظم)

۳ رسالہ نظامیہ شریف در مسئلہ توحید (فارسی نظم)

۴۔ خلاصۃ التقریر فی مذمت المزامیر

۵۔ رسالہ در رد فرقہ ضالہ وہابیہ

۶۔ رسالہ سلالہ

۷۔ زاد الحاج (بزبان پنجابی)

۸۔ خطباتِ جمعہ و عیدین (فارسی و عربی نظم)

۹۔ شرح دیباچہ بوستان (بزبان عربی)

۱۰۔ شرح درود مستغاث

۱۱۔ ملفوظات شریف حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ المشہو رچہل مجالس

۱۲۔ مکتوبات شریف

طریق بیعت

آپ موسوی المشرب تھے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلال کی حالت میں کتاب تورات کو زمین پردے مارا تھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے بالکل اسی طرح حضرت خواجہ قصوریؒ نے فتاویٰ کی ایک کتاب کو جلال میں آ کر زمین پر دے مارا، اور خود بھی غش کھا کر گر پڑے۔

آپ نے اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ کی طرف سے تصوف کی چھ سلسلوں میں ہی بیعت وخلافت کی اجازت تھی۔ مردوں میں سے جب کسی کو حلقہ مریدین میں داخل کرتے تو اول پیران کبار کی روح کو ایصال ثواب فرماتے ان سے استمداد طلب کرتے۔ پھر طالب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر مصافحہ کرتے۔ تسمیہ پڑھتے۔ پھر مرید کو حکم ہوتا کہ وہ تین بار استغفار پڑھے۔ اس کے ساتھ خود بھی استغفار پڑھتے۔ اَستَغفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِن کُلِّ ذَنبٍ وَّ اَتُوبُ اِلَیہِ۔ پھر سہ بار کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ۔ پڑھتے اور پھر طریق قادریہ تعلیم فرماتے کہ صبح کو ۲۵ بار استغفار، ۲ بار الحمد شریف، سہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر پیران کبار کی روح کو ایصال ثواب کرے اسی طرح کہ الٰہی بحرمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثواب ایں کلام بہ ارواح غوث الثقلینؒ، خواجہ بہاؤ الدین شاہ نقشبندؒ مع جمیع پیران وجمیع خلفاء وشاہ غلام علی صاحبؒ برساں۔ بعد ازاں طالب متوجہ بقلب ہو، اور زبان قلب سے ذکر اسم ذات کرے۔ زبان تالو سے چمٹا کر خیال سے اللہ ھو اللہ ھو اللہ ھو اللہ ھو کرے۔ اس کے معنی کو بھی نگاہ میں رکھے کہ موصوف بصفات کاملہ ہے اور صفات ناقصہ سے منزہ ہے یہ ایمان رکھے۔ تین سو بار بلاناغہ پڑھے ۲۵ مرتبہ پڑھنے کے بعد ذات باری تعالیٰ سے عرض کرے۔ الٰہی تو ہی میرا مقصود ہے میں تیری ہی رضا چاہتا ہوں اپنی محبت اور معرفت مجھے عطا فرما۔ اسم ذات کا یہ معمولی فیض ہے جس قدر کثرت کر سکے کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نتائج دیکھے بعد اس کے نماز ظہر اور عصر کے بعد ۲۵ بار استغفار پڑھے بعد شام اول گیارہ مرتبہ درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَولٰنَا مُحَمَّدٍ وَ عِترَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعلُومٍ لَّکَ ہ اس کے بعد ۱۱۱ مرتبہ یا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہِ۔ پڑھے۔ اس کے بعد پھر گیارہ مرتبہ مذکورہ درود شریف پڑھے۔ بعد نماز عشا تین سو مرتبہ درود شریف مذکور پڑھے یہی وظیفہ دن رات پڑھنے کا حکم فرماتے۔ ہر وقت اسم ذات کا دل میں خیال رکھ کر دل کو برے خیالات سے بچانے کی تاکید فرماتے۔ بعض بلند ہمت مریدین اور احباب کو ولایت عالیہ کے مراقبے کے ساتھ رمضان المبارک میں

اعتکاف کے ساتھ، تین دن تک دعائے حزب البحر کی زکوٰۃ ادا کرنے کا باجماعت مسجد میں حکم فرماتے۔ اس دوران اسم ذات اور نفی اثبات کا بھی ترکیب معلوم کے ساتھ حکم دیتے۔ یہ کبھی نہ ہوتا تھا کہ کسی شخص کو حلقہ مریرین میں شامل کر کے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ مریرین کو احکام شریعت کی پوری پوری پابندی کا حکم دیتے۔ خلاف شریعت کسی کا کوئی فعل برداشت نہ کرتے تھے۔ مریدین کے قلب و نظر کی اصلاح و تربیت کی طرف گہری توجہ دیتے۔ اپنے ایک مکتوب میں جو پیر ابراہیم خاں کے نام ہے لکھتے ہیں:

''مبارک ہیں وہ لوگ جو اتباع شریعت کرتے ہیں الامان۔ خدا کی پناہ شریعت اصل ہے طریقت و حقیقت فروع ہے جو اس کے خلاف کرے وہ محروم ہے، از اسرارِ شرح سیدالاولیاً جناب حضرت غوث الثقلین ؓ فرماتے ہیں۔ کل حقیقت رَدتھا الشریعۃ فھی زندقت۔ یعنی جس چیز کو شریعت رد کرے وہ گمراہی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر اہل مکاشفہ پر شریعت کے خلاف اسرار ظاہر ہوں وہ اسرار نہیں بلکہ کذب ہے بے دینی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ٥

نظریہ وحدت الوجود کی مخالفت

حضرت خواجہ قصوری ؓ دائم الحضوری ؓ نظریہ وحدت الوجود کے شدید مخالف تھے اور فرماتے تھے کہ ذات باری تعالیٰ کیس دوسری چیزیں حلول نہیں فرماتی۔ ہمہ اوست سے سخت نفرت و حقارت اور بیزاری کا اظہار فرماتے اور کہتے کہ بے شک وہ رگ جاں سے زیادہ قریب ہے اس لحاظ سے ہمارا ایمان ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قرب و معیت بے شک ثابت ہے مگر اس کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ اگر ہمہ اوست حق بودے تو حضرت شیخ منصور حلاج ؓ کیوں سولی پر چڑھائے جاتے۔ حضرت رحیم داد ؓ جب ایک مرتبہ منصور حلاج ؓ کے مزار کے پاس سے گزرے تو چہرے پر نقاب ڈال لی، اور اس طرف سے منہ پھیرلیا۔ جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ:

''صاحب ایں قبر مطعون شریعت تھا اس لیے میں نے نہ چاہا کہ ایسے شخص کو دیکھوں اور حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ناراض ہوں۔ (کلام مکتوبات شریف)

آپ نے نظریہ وحدت الوجود کی ہمیشہ مخالفت کی اور اس کے رد میں قرآن حدیث اور صوفیائے کرام و مشائخ مظام کے اقوال اور ان کی تعلیمات سے حوالے پیش کیے۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمان کہیں اس خلاف دین و شریعت نظریئے میں گرفتار ہو کر راہِ مستقیم سے بھٹک نہ جائیں اور اسلام کو اپنوں ہی کے ہاتھوں سے نقصان نہ اٹھانا پڑے اور

ملتِ اسلامیہ گمراہی کا شکار نہ ہو جائے۔ اگر چہ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نظریئے کی مخالفت میں آپ کو کسی سے بحث و تمحث اور مناظرہ بھی کرنا پڑا۔ قیاس کہتا ہے کہ جب کسی کو آپ کی علمی فضیلت اور مرتبہ علم وفضل کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہ تھی۔ تو پھر مناظرہ کون کرتا؟

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

تقاضائے وقت

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی یا پیغمبر مبعوث نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کے ساتھ ہی وحی خداوندی کا دروازہ بھی بند ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رشد و ہدایت کی روشنی سے کسی دور میں بھی محروم نہیں رکھتا۔ کیونکہ انسان ہر لحہ ہدایت ورشد کا محتاج ہے اور پھر کفر وشرک، حق و باطل اور خیر و شر کی قوتیں ہر دور میں آپس میں بر سر پیکار رہی ہیں۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ رشد و ہدایت کی ضرورت بھی ہر دور میں ہوتی ہے ورنہ انسان آسانی کے ساتھ باطلی اور شرکی قوتوں کا شکار ہو جائے۔ لیکن جب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا تو اب یہ فریضہ کن لوگوں کے ذمے ہے؟ اس کی وضاحت قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کر دی ہے:

اور ہاں تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔ (القرآن)

یہ جماعت کون سے لوگوں کی ہے؟

اس میں علمائے حق، صوفیائے کرام، مشائخ عظام اور اولیا اللہ شامل ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ضرورت کی طرف قرآن مجید نے دوٹوک الفاظ میں اشارہ کیا ہے اس سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جن حالات میں انبیاء اور رسول علیہم السلام دنیا کو رشد و ہدایت کا درس دینے کے لیے آتے ہیں انہی سے ملتے جلتے حالات کا سامنا ان مشائخ، صوفیا اور اولیا اللہ کو بھی کرنا ہے کیونکہ دونوں کے ذمے بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کا فریضہ ہے اگر چہ دونوں گروہوں کے فرائض بڑی حد تک مختلف ہیں۔ کیونکہ پیغمبر تو ایک انقلابی پروگرام لے کر آتا ہے اور وہ اس وقت کے لوگوں کی روش اور ڈگر کو مکمل طور پر بدل دیتا ہے یہی اس کا فریضہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جن کی طرف اسے بھیجا گیا ہے ایک نیا لائحہ عمل دے اور زندگی میں ہمہ گیر انقلاب پیدا کرے یہ سب کچھ وحی خداوندی کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔

لیکن اس کے برعکس اولیاء، صوفیا اور علمائے حق صرف دین حق کے چشموں کو شرک و کفر کی غلاظت سے پاک کرتے ہیں اور لوگوں کو دین کی بھولی بسری باتیں یاد دلاتے ہیں، وہ کوئی نیا نظریہ، کوئی نیا پروگرام اور کوئی انقلاب لے کر نہیں آتے۔ وہ روحانی قوت کے اعتبار سے بھی انبیاء اور رسولوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتے اور نہ ان پر کوئی کتاب

یا وحی نازل ہوتی ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں علم وبصیرت کی روشنی میں اور قرآن وحدیث کے اتباع میں کرتے ہیں۔

ان حالات میں جب ہم حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ کے دور اور آپ کی دینی خدمات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ احساس بڑی شدت کے ساتھ ہوتا ہے کہ فطرت نے آپ کو اس عالم آب وگل میں لا کر وقت کا ایک بہت بڑا تقاضا پورا کیا تھا۔

فطرت کا یہ اپنا قانون تھا اس پر عمل ہونا ضروری تھا، وہ دور کسی ایسے مرد خدادوست کا متقاضی تھا جو ان حالات کا مقابلہ کرے دین کا احیاء کرتا اور مسلمانوں کو جن پر ابتلاو آزمائش کا آسمان ٹوٹ پڑا تھا دین فطرت پر قائم رہنے کا حوصلہ اور عزم بخشتا۔ طوائف الملوکی اور مسلمانوں کے زوال نے انہیں جس طرح بددل کر دیا تھا جینے کا سبق دیتا۔ گمراہی اور ضلالت کی تاریکیوں میں حق وصداقت کے چراغ روشن کرتا۔ طوفان کے تیز وتند تھپیڑوں سے لڑتا اور دین اسلام کی دگمگاتی ہوئی کشتی کو سہارا دیتا۔ رشد وہدایت کی ایسی شمع روشن کرتا جو مایوسی کی اس تیرہ شبی میں مسلمانوں کو راہ منزل کا پتہ دیتی اور خاص کر مسلمانوں کو یاسیت اور قنوطیت کے اس نظریئے سے محفوظ رکھا جاتا جو وحدت الوجود کی صورت میں ان حالات میں پر پرزے نکال کر مزید ضلالت وگمراہی کا سبب بنتا ہے۔

حالات کا یہی تقاضا تھا جس نے حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس عالمِ آب وگل میں جنم دیا۔ اور منشائے ایزدی نے آپ کو وہ عظیم ذمہ داری سونپی جس کی طرف قرآن مجید نے یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ

''اے ایمان والو! تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکتی رہے۔ (القرآن)

واقعات وحالات شاہد ہیں کہ آپ نے تبلیغ واشاعت اسلام کی اہم ترین ذمہ داری کو احسن وجوہ پورا کیا اور سرزمین پنجاب کے علاوہ برصغیر کے دور دراز گوشے آپ کی تعلیمات سے منور ہو گئے۔ اور آپ نے اسلام کی عظیم خدمات انجام دیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ۝

وفات حسرت آیات

ایک عرصہ تک یہ آفتاب عالمتاب برصغیر کے انتہائی تاریک گوشوں کے منور کرنے کے بعد ۲۲ ذیقعد ۱۲۰۷ھ کو غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا وفات پا جانا گویا ایک جید عالم، ایک باکمال شاعر، ایک زبردست فقیہ قطب وقت، سرتاج الاولیا، ایک عظیم صوفی، ایک عظیم مصلح، ایک راہنماوے قوم، ایک بے بدل حافظ قرآن، ایک محدث اور ایک سچے اور صحیح مومن کا دنیا سے ناپی اور اوجھل ہو جانے کے مترادف تھا۔

وصالِ باکمال کا واقعہ بھی ایک اچھوتی حیثیت کا حامل ہے۔ وفات سے قبل مثنوی مولانا روم ؒ کا درس دیا اور اس میں اولیائے کرام اور صوفیا کی موت اور ان کی دائمی حیات کا بڑا تذکرہ فرمایا۔ درس دینے کے بعد مراقبے میں چلے گئے اور اسی حالت میں روح مبارک جسدِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھار گئی مریدین اور عقیدت مندوں کو شبہ گزرا کہ شاید وقت قلب کے سبب سکتہ طاری ہو گیا ہے۔ آخر کار وہ عصر کی گھڑی تھی جب آپ کے جسد مبارک کو لحد میں اتارا گیا۔

مزارِ اقدس قصور شریف میں ہے اور آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۸ سال کے لگ بھگ تھی۔

قصور شریف میں ایک عفیفہ رہتی تھی اسے حضرت خواجہ قصوری ؒ کے جدامجد کی زیارت کا بھی شرف حاصل تھا۔ اس عفیفہ نے خواجہ قصوری ؒ کی وفات سے چندروز قبل کہا کہ میرا انتقال فلاں روز ہوگا وار میرے ساتھ ایک اور صاحب بصیرت کی بھی رحلت ہوگی۔

لیکن اس وقت لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہ آسکی اور کسی نے اس کی طرف کوئی توجہ بھی نہ دی۔ اور پھر جس وقت حضرت خواجہ قصوری ؒ کا جنازہ قبرستان کا طرف لے جایا جارہا تھا تو لوگ اس عفیفہ کو دفن کر کے واپس آرہے تھے۔ اس وقت لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ مرحومہ مومنہ کے کہنے کا مقصد کیا تھا۔

بعد میں اس مرحومہ کی بیٹی نے حضرت خواجہ قصوری ؒ کے صاحبزادے اور خواجہ ثانی قصوری حافظ عبدالرسول ؒ سے یہ قصہ بیان کیا اور بتایا کہ میری والدہ نے اپنی وفات سے چندروز قبل کہا تھا کہ میرے ساتھ ایک صحابی جائے گا۔ آپ کی وفات پر لوگوں نے عجیب وغریب تاریخیں کہیں۔ ایک تاریخ تو نہایت ہی دلچسپ ہے شمس دین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روال گرفت۔

مفتی غلام سرور لاہور نے آپ کی تاریخ پیدائش اور وصال کو یوں قلمبند کیا ہے۔

آں شہِ والا غلام محی الدین ؒ

ولادت: ۱۲۰۲ھ مرشدِ دیں رہبر خاص وعام

ولادت: ۱۲۰۲ھ چوں بہ دنیا آں مردِ سخن

بخشش آمد سال تولیدش تمام ولادت: ۱۲۰۲ھ

مرشد حق متقی ہمہ گفتہ ام

نیز کودستم رقم شیخ الکرام ولادت: ۱۲۰۲ھ

کن بیاں تاریخ منظور مجال

ہم بخواں امر سعادت را سلام

مولانا غلام دستگیر قصوریؒ نے بے نظیر زماں سے آپ کی تاریخ وصال نکالی ہے۔ ۱۲۷۰ھ

میاں یٰسین لاہوری

از پے تاریخ آں بیدار دل

زورقم یاسین بصد اندوہ وغم

بے سرد پاگشت بے اوایں ہمہ ۱۲۷۰ھ

علم وعمل وفضل وورع وہمہ کرم

فرید لاہوری نے آپ کی وفات حسرت آیات کی تاریخ اس قطعہ سے نکالی ہے

چوں باقضائی ایزدی ازگلشن وارفنا

شد جانب باغ ارم مولانا غلام محی الدین

تاریخ وصلش اے فریدا نیک چو کردم جستجو ۱۲۷۰ھ

آمد ندا از باقم مولانا غلام محی الدین

اس کے علاوہ غلام محی الدین کنجاہی مرحوم نے مندرجہ ذیل تاریخہائے وفات کہی ہیں۔

ابر سخاوت ۱۲۷۰ھ بے نظیر زماں ۱۲۷۰ھ وہ ظاہر باطن کامل

۱۲۷۰ھ مہ دین شدہ ۱۲۷۰ھ

بہر تاریخ آں اماں جہاں   چوں کمر بستم اے بجنۃ نہاد

ناگہاں اندرون گوش ولم   گفت ہاتف کہ داغ بر جاں دارد ۱۲۷۰ھ

کشف و کرامات

آپ کی سب سے بڑی کرامت تو یہی ہے کہ آپ نے اس دور میں توحید کا پرچم بلند کیا اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ بہ احسن وجود انجام دیا۔ جب کہ برصغیر اور خاص کر پنجاب میں سکھ گردی کا دور تھا اور کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ تھی۔ اس سے بڑی کرامت اور کیا ہوگی کہ آپ نے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کو رشد و ہدایت کا درس دیا اور توحید کے وہ چراغ روشن کیے جنہوں نے ہزاروں راہ گم کردہ انسانوں کو صراطِ مستقیم پر ڈال دیا۔ تاہم اپنی روحانی قوت کے سبب آپ نے جن مکاشفات اور کرامات کا ظہور ہوا ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ۝

اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی قوت اور کشف کا وہ درجہ عطا کیا تھا کہ اپنے فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ مولانا صاحبزادہ حافظ عبدالرسولؒ کی ولادت سے ایک سال قبل ہی اس کی خبر دے دی تھی۔ بلکہ اپنی کتاب تحفہ رسولیہ یں جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک اور معجزات میں تصنیف فرمائی ہیں اس میں آپ نے ایک باب باندھا ہے جس میں اپنے اس فرزندار جمند کی ولادت کی خبر کے ساتھ ان کے اسم مبارک کا تقرر بھی فرمایا۔ پھر انہیں پند و نصائح بھی فرمائے۔ اس نظم کا مطلع حسب ذیل ہے۔

ایکہ   ہنوزی   تو   بکتم   عدم

زود   بہ   گلزار   جہاں   نہ   قدم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ۝

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کو اپنے کسی عزیز کی قبر پر لے گیا۔ متوفی حافظ قرآن تھا۔ قبرستان میں پہنچ کر آپ ایک دوسری قبر پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے لگے۔ اس شخص نے عرض کیا یا حضرت! حافظ صاحب کی قبر تو یہ ہے۔ فرمانے لگے ہاں بھئی یہ بھی حافظ جی کی قبر ہے۔ بعد میں اس شخص نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ شخص جس قبر کو اپنے عزیز کی قبر سمجھتا تھا کسی اور بزرگ کی ہے اور وہ بھی حافظ تھے۔ گویا آپ کو کشف القبور کا پورا علم تھا۔ اور آپ نے معلوم کر لیا کہ وہ شخص جس قبر کو اپنے عزیز کی قبر سمجھتا ہے وہ دراصل کسی اور کی قبر ہے آپ نے یہاں تک معلوم کر لیا کہ اس قبر میں جو شخص دفن ہے وہ بھی حافظ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ○

روایت ہے کہ شہر قصور شریف میں ایک مزدور رہا کرتا تھا وہ مغلوب الغضب تھا اور لوگ اس کے غصے سے ڈرتے تھے۔ کسی کو اس کے مقام کا پتہ نہ تھا۔ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے لیکن حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ نے بذریعہ کشف فرمایا کہ لوگ جسے سریع الغضب کہتے ہیں وہ دراصل بہت بڑا ولی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ○

آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ مولانا غلام النبی للہیؒ نے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے کہ فقیر قصور شریف میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک جگہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز کا کھانا پکا ہوا تھا۔ یہ فقیر بھی حاضر ہوا۔ کھانا کچھ اچھا نہیں پکا تھا۔ واپسی پر یہی خیال دل میں تھا کہ لوگ حضور علیہ السلام کی نیاز کے کھانے میں بھی اس قدر بخل اور کوتاہی سے کام لیتے ہیں اور کھانا اچھا نہیں پکاتے۔ اتفاقاً مجھے اس وقت خیال گزرا کہ ''تحفہ رسولیہ'' کا ایک مقام میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ آپ سے سمجھ لیا جائے میں حضور خواجہ قصوریؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے کہ میں اس مشکل مقام کا ذکر کرتا آپ نے تحفہ رسولیہ لے کر وہ صفحہ اور مقام دیکھا جو میں سمجھنا چاہتا تھا۔ وہاں لکھا تھا کہ: رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے میں نقص نہیں نکالتے تھے اگر کوئی کھانا بامزہ نہ ہوتا تو بھی آپ کھا لیا کرتے تھے اور نام نہیں رکھا کرتے تھے۔ وہ شعر یہ ہے۔

عیب نکردی بطعام آں حبیب
گرچہ کہ بد طعم بدی ہم معیب

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ○

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ ڈنگہ ضلع گجرات میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کے عقیدت مندوں میں ایک شخص حکیم پیر بخش بھی تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تھا وہ کہنے لگا۔

قبلہ آپ کا غلام زادہ پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام تجویز فرمایئے۔

آپ نے فرمایا کہ نومود کا نام نور الحسن رکھو۔ اور اس کے بعد جو لڑکا پیدا ہو اس کا نام نور العین رکھنا۔ حکیم صاحب کے یہاں دوسرا لڑکا بھی پیدا ہوا۔ اتفاقاً حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ بھی ڈنگہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ حکیم صاحب پھر حاضر خدمت آئے اور عرض کی یا حضرت آپ کا غلام زادہ نور العین پیدا ہوا ہے مبارک ہو۔

آپ نے اظہار مسرت فرمایا اور کہا کہ آئندہ جو لڑکا پیدا ہو اس کا نام عبدالرحمٰن رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پھر لڑکا پیدا ہوا۔ تو حکیم صاحب نے اس کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔

جب حضرت خواجہ قصوریؒ پھر ڈنگہ تشریف لائے تو حکیم صاحب نے تیسرے بیٹے کی پیدائش کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا مبارک ہو۔ ایک لڑکا اور ہوگا اس کا نام عبدالرحیم رکھنا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حکیم صاحب نے آپ کے فرمان کے مطابق لڑکے کا نام عبدالرحیم رکھا۔ اس کے بعد حکیم صاحب اور حضرت خواجہ قصوریؒ کی ملاقات نہیں ہو سکی اور پھر اس کے بعد حکیم صاحب کے ہاں کوئی اور اولاد بھی نہیں ہوئی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِهٖ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ o

ملفوظات ہی میں لکھا ہے کہ

ایک شخص نے کتب احادیث و روایات اور دوسری مذہبی کتابوں میں علماء، شہید اور سادات کے فضائل پڑھے تو وہ اس تذبذب میں پڑ گیا کہ ان میں کون افضل ہے اور کون افضل تر۔

شاہ پور میں ایک شخص حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کا مرید تھا۔ یہ متذبذب شخص شاہ پور میں آپ کے اس مرید کے پاس پہنچا اور اس سے اپنے سوال کا جواب چاہا۔

اس شخص نے کہا کہ حضرت خواجہ قصوریؒ فقیر بھی ہیں اور عالم متبحر بھی۔ تم ان کے پاس جاؤ چنانچہ وہ شخص آپ کے پاس پہنچا اور اپنا سوال پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں روز تیرے شہر میں فلاں شخص کو سوتے میں چور قتل کر دیں گے۔ صبح جب اس کا جنازہ اٹھایا جائے گا۔ تو اس کے جنازے پر ایک سبز پوش گھوڑے پر سوار ہو کر آئے گا۔ یہ سوال اس سبز پوش سوار سے کرنا۔

وہ شخص واپس شہر پہنچا تو معلوم ہوا کہ رات کو ایک شخص سوتے میں چوروں کے ہاتھوں ہلاک ہوا ہے اور اب اس کا جنازہ تیار ہے۔ وہ شخص بھی جنازے میں شریک ہو گیا۔

نماز تیار تھی کہ ایک سبز پوش گھوڑ سوار سرپٹ گھوڑا دوڑتا ہوا ادھر آنکلا اس کا رخ بھی لوگوں کی طرف تھا۔ سب نے سمجھا کہ یہ شخص نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہتا ہے۔ سب رک گئے۔ جب وہ آ گیا تو سب نے مل کر اسے امامت کے لیے آگے کھڑا کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا کہ روانہ ہو تو وہ شخص جو منتظر تھا آگے بڑھا اور اپنا سوال پیش کیا سبز پوش نے سن کر کہا شہیدوں کا مرتبہ تو یہ ہے کہ یہ جنازہ میرا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے چہرے

سے نقاب الٹ دیا۔ وہ شخص شہید ہونے والے کو پہچانتا تھا۔ اس نے جب اسے اپنے سامنے متکلم دیکھا تو حیران رہ گیا۔

پھر وہ سبز پوش بولا کہ علماء اور سادات کے مراتب کا مجھے علم نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہ گھوڑے پر سوال ہوا اور جدھر سے آیا تھا ادھر روانہ ہو گیا اور لوگوں نے اسے آنِ واحد میں افق کی گہرائیوں میں غائب ہوتے دیکھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

ایک صوبے دار نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ قصوریؒ کو ایک عریضہ لکھا اور راجے کے ایک رشتہ دار کی شکایت کی۔ یا حضرت راجے کا فلاں رشتہ دار مجھے بے حد تنگ کرتا ہے اس کے ظالمانہ رویہ سے باطن میں بھی کچھ خلل پڑتا ہے۔

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

ہمیں بھی ایک افغان تنگ کرتا ہے اس کی ایذا رسانی حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے کوئی اذیت اس نے اٹھا نہیں رکھی۔ الحمدللہ کی نسبت میں چنداں فرق نہیں بلکہ فلاں فلاں روز ہمیں بیت المعمور میں لے جایا گیا وہاں لاتعداد فرشتوں کی جماعت کو نماز پڑھائی۔ لیکن یہ ثمر ہمارے صبر کا ہے کہ ہم اس موذی افغان کی ایذا رسانیوں کو صبر اور خاموشی کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں، تم بھی صبر کرو اور شکوہ شکایت نہ کرو۔ ان اللہ مع الصابرین۔ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ انشاءاللہ تمہیں بھی یہ مقام حاصل ہو جائے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

جن دنوں آپ دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث کی تحصیل میں مصروف تھے تو آپ کے ساتھ ایک مولوی صاحب بھی شریک درس ہوا کرتے تھے ان کا نام بارک اللہ تھا۔

آپ مولوی صاحب سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب آپ حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلویؒ کے دست مبارک پر بیعت کر لیں۔ مولوی صاحب ہر مرتبہ ٹال جاتے اور فرماتے کہ اب تو نہیں آئندہ آؤں گا تو ضرور بیعت کروں گا۔ آخر ایک روز آپ نے فرمایا مولوی صاحب فقیر کو آپ سے وہابیت کی بو آتی ہے۔

حضرت مولانا الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کی ابتدا میں ایک ہندو بچہ سے الفت ہو گئی تھی۔ آپ کی محبت نے وہ اثر دکھایا کہ وہ اپنے والدین سمیت حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ وہ عرض کیا کرتا تھا کہ قبلہ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں آپ فرمایا کرتے کہ ہم تمہیں دہلی لے چلیں گے وہاں بیعت کریں گے۔ اتفاق سے لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے بعد جب حضرت خواجہ قصوریؒ دہلی تشریف لے گئے تو قطب زماں حضرت خواجہ شاہ غلام علی

دہلوی ﷫ کے خلیفہ حضرت مرزا عبدالغفور صاحب ﷫ سے اس ہندو بچے کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ اس طریقہ عالیہ میں زندہ اور مردہ میں کوئی فرق نہیں سب برابر ہیں کسی کو محرومی نہیں۔ لیکن کاش وہ داخلِ طریق ہو جاتا۔

یہ سن کر حضرت مرزا صاحب ﷫ مراقبے میں گئے۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا اور فرمانے لگے کہ وہ بچہ آیا تھا اور داخل طریق ہو گیا۔ اس کی شکل ایسی تھی اور اس طرح کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا۔ درست ہے اس کا لباس اور حلیہ یہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

مولانا محمد علی مرحوم سکنہ کھر پڑ نے اپنے والد مرحوم کے ایک پیر بھاوی کے حوالے سے بیان کیا کہ موضع بھینی نزد شرق پور کے ایک امام مسجد کو حضرت خواجہ قصوری ﷫ نے چالیسویں وغیرہ کے ختم کا کھانا کھانے سے منع فرمایا تھا اور کہا تھا کہ یہ حرام تو نہیں ہے لیکن تمہارے لیے منع ہے۔

اتفاق یہ ہوا کہ وہاں نمبر دار صاحب کے گھر میں مرگ ہو گئی۔ انہوں نے ختم کے لیے امام صاحب کو بلایا۔ ختم کے بعد مولوی صاحب کو کھانے پر مجبور کیا گیا۔ انہوں نے ہزار انکار کیا لیکن نمبر دار صاحب نے زبردستی کھانا کھلا دیا۔ کھانا کھانے کی دیر تھی کہ امام صاحب کی بینائی جاتی رہی۔ ادھر حضرت خواجہ قصوری ﷫ کا انتقال ہو چکا تھا امام صاحب بہت گھبرائے۔

آخر انہیں پتہ چلا کہ حضرت خواجہ قصوری ﷫ کے صاحبزادے حافظ شاہ عبدالرسول ﷫ بھی صاحب کرامت بزرگ ہیں اور حضرت خواجہ قصوری ﷫ کے جانشین بھی ہیں۔ امام صاحب حاضر خدمت ہوئے اور حضرت خواجہ قصوری ﷫ کی حکم عدولی کا واقعہ بیان کیا۔ صاحبزادہ صاحب نے مزار اقدس پر حاضر ہو کر مراقبہ کیا اور پھر مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ کی بینائی لوٹ آئے گی لیکن پھر وہی شرط ہے کہ مرگ والوں کے گھر کا کھانا نہیں کھانا۔ اللہ کے فضل سے مولوی صاحب کی بینائی عود کر آئی مگر چند ماہ کے بعد وہاں پھر مرگ ہوئی۔ مولوی صاحب کو معلوم ہوا تو خاموشی سے گاؤں سے نکل گئے تاکہ پھر حکم عدولی کی نوبت نہ آئے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ پکڑے گئے۔

زمیندار صاحب نے لا کر ختم کے لیے بٹھایا اور بعد ختم کے مجبور کیا کہ کھانا کھا کر جائیں جب امام صاحب نے انکار کیا تو انہوں ے پوچھا کیا یہ کھانا حرام ہے؟ امام صاحب بے بس ہو گئے اور کھانا کھا لیا۔ پھر بینائی ختم ہو گئی۔

ادھر صاحبزادہ صاحب بھی مالک حقیقی سے جا ملے تھے۔ پھر یہ امام صاحب کبھی قصور شریف نہ گئے اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔

6 ستمبر 1965ء کو جب بھارت نے نہایت عیاری کے ساتھ اپنی جارحیت کا ثبوت دیتے ہوئے وطن عزیز کی سرحدوں پر چوروں کی طرح حملہ کیا تو قصور شریف بھی محاذ جنگ بن گیا۔ دشمن رات کی تاریکی میں قصور شریف پر قبضہ جمانے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن پاکستان کی جری اور بہادر فوجوں نے عیار دشمن کا تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ اس محاذ پر پاکستانی فوج کے ایک میجر خادم حسین شہید بھی تھے۔ حضرت خواجہ قصوریؒ میجر خادم حسین شہید کو خواب میں ملے اور فرمایا کہ ہشیار رہو، دشمن اس طرف پیش قدمی کرے گا۔ میجر خادم حسین شہید نے پوچھا آپ کون ہیں جواب ملا کہ میرا نام خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری ہے۔ قصور شریف کی خلقت گواہ ہے کہ میجر خادم حسین شہید آپ کے مزار پر حاضر ہوئے نیاز بھی دلائی اور پھر محاذ جنگ پر روانہ ہو گئے۔

آپ سپلائی میں تھے اور فوج کو اسلحہ پہنچا رہے تھے۔ کہ دیکھا ایک جگہ پاکستانی توپچی بڑا ہے اور دشمن کے ٹینک اس طرف پیش قدمی کر رہے ہیں میجر خادم حسین کے فرائض میں یہ بات شامل نہ تھا لیکن انہوں نے وقت کی نزاکت کو دیکھا فوراً اپنی گاڑی سے نیچے کودے اور توپ سنبھالی، دشمن کے بڑھتے ہوئے ایک ٹینک کو اڑا دیا۔ وہ اسی جگہ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ اس جنگ کے دوران توپ کا ایک گولہ آپ کے مزار مبارک پر آ کر گرا۔ قدرت خدا کی اس سے صرف بارہ دری شہید ہوئی لیکن مزار کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ؀

نظام الدین قصور شریفیہ رسالہ وار نے حافظ غلام مصطفیٰ خاں صاحب کو ایک خط لکھا تھا اس میں تحریر کرتے ہیں کہ جن دنوں ہمارا رسالہ کابل پہلے ہنگامے میں جلال آباد آیا تھا۔ ایک روز میری طبعیت میں سخت وحشت تھی گویا موت آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے۔ رات نو بجے میرے دل میں خیال آیا کہ کسی کا وسیلہ تکلیف میں کام آتا ہے۔ مگر اس حالت میں یہاں کوئی کسی کا حامی نہیں، اسی حالت میں آپ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا اگر تمہارا کچھ کام ہے تو بتاؤ۔ میں نے عرض کی کہ کام تو عرض کروں گا مگر آپ تو دنیا سے انتقال فرما گئے تھے۔ اب کیسے تشریف لے آئے ہیں۔ فرمایا تو اس سے واقف نہیں۔ اپنا کام بتا۔ میں نے عرض کی موت کے منہ میں گرفتار ہوں اور سخت مایوس ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے خیر ہے وظیفہ یا سلام پڑھا کر۔ جب میری آنکھ کھلی تو دل کو تسلی ہوئی اور خیر و عافیت سے دن گزرنے لگے۔

آپ کے کشف و کرامات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا للہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں قصور شریف میں صحرا کی طرف سے آتا تھا کہ اچانک چند عورتیں سامنے آ گئیں۔ میں نے انہیں دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔

6 ستمبر 1965ء کو جب بھارت نے نہایت عیاری کے ساتھ اپنی جارحیت کا ثبوت دیتے ہوئے وطن عزیز کی سرحدوں پر چوروں کی طرح حملہ کیا تو قصور شریف بھی محاذ جنگ بن گیا۔ دشمن رات کی تاریکی میں قصور شریف پر قبضہ جمانے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن پاکستان کی جری اور بہادر فوجوں نے عیار دشمن کا تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ اس محاذ پر پاکستانی فوج کے ایک میجر خادم حسین شہید بھی تھے۔ حضرت خواجہ قصوریؒ میجر خادم حسین شہید کو خواب میں ملے اور فرمایا کہ ہشیار رہو، دشمن اس طرف پیش قدمی کرے گا۔ میجر خادم حسین شہید نے پوچھا آپ کون ہیں جواب ملا کہ میرا نام خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری ہے۔ قصور شریف کی خلقت گواہ ہے کہ میجر خادم حسین شہید آپ کے مزار پر حاضر ہوئے نیاز بھی دلائی اور پھر محاذ جنگ پر روانہ ہو گئے۔

آپ سپلائی میں تھے اور فوج کو اسلحہ پہنچا رہے تھے۔ کہ دیکھا ایک جگہ پاکستانی توپچی بڑا ہے اور دشمن کے ٹینک اس طرف پیش قدمی کر رہے ہیں میجر خادم حسین کے فرائض میں یہ بات شامل نہ تھا لیکن انہوں نے وقت کی نزاکت کو دیکھا فوراً اپنی گاڑی سے نیچے کودے اور توپ سنبھالی، دشمن کے بڑھتے ہوئے ایک ٹینک کو اڑا دیا۔ وہ اسی جگہ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ اس جنگ کے دوران توپ کا ایک گولہ آپ کے مزار مبارک پر آ کر گرا۔ قدرت خدا کی اس سے صرف بارہ دری شہید ہوئی لیکن مزار کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ٥

نظام الدین قصور شریفیہ رسالہ وار نے حافظ غلام مصطفیٰ خاں صاحب کو ایک خط لکھا تھا اس میں تحریر کرتے ہیں کہ جن دنوں ہمارا رسالہ کابل پہلے ہنگامے میں جلال آباد آیا تھا۔ ایک روز میری طبعیت میں سخت وحشت تھی گویا موت آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے۔ رات نو بجے میرے دل میں خیال آیا کہ کسی کا وسیلہ تکلیف میں کام آتا ہے۔ مگر اس حالت میں یہاں کوئی کسی کا حامی نہیں، اسی حالت میں آپ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا اگر تمہارا کچھ کام ہے تو بتاؤ۔ میں نے عرض کی کہ کام تو عرض کروں گا مگر آپ تو دنیا سے انتقال فرما گئے تھے۔ اب کیسے تشریف لے آئے ہیں۔ فرمایا تو اس سے واقف نہیں۔ اپنا کام بتا۔ میں نے عرض کی موت کے منہ میں گرفتار ہوں اور سخت مایوس ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے خیر ہے وظیفہ یا سلام پڑھا کر۔ جب میری آنکھ کھلی تو دل کو تسلی ہوئی اور خیر و عافیت سے دن گزرنے لگے۔

آپ کے کشف و کرامات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا للّٰہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں قصور شریف میں صحرا کی طرف سے آتا تھا کہ اچانک چند عورتیں سامنے آ گئیں۔ میں نے انہیں دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔

بجائے۔ لڑکے کو پانی پلایا گیا اور طبلہ نواز نے بڑی کیفیت سے نقارہ بجایا، لیکن لڑکے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اللہ اللہ تصرف سنت اور قلع قمع بدعت اسی کا نام ہے۔

حضرت قبلہ مولانا غلام مرتضیٰ للہی ؒ کی زبانی کیا کہ ایک شخص کو دیوانے کتے کے کاٹنے سے دیوانگی کا مرض لاحق ہوا۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے جب مریض پر کوئی دوائی اثر نہیں کرتی۔ آپ نے اس پر تین دفعہ پھونک ماری۔ وہ فوراً اچھا بھلا ہو گیا۔

مولانا صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا قبلہ آپ نے کیا پڑھ کر دم کیا تھا فرمایا کچھ نہیں یونہی پھونک ماری تھی۔ سبحان اللہ۔ یہی معنی ہیں اس کے کہ

گفتہ او گفتہ اللہ بود گو چہ از حلقوم عبداللہ بود

حاجی امام بخش ؒ ساکن اچھرہ لاہور نے بیان کیا کہ مزنگ میں آپ کا قیام تھا کہ ایک ہندو حاضر خدمت ہوا۔ عرض کی کہ میری بیوی کو آسیب ہے وہ بے ہوش وحواس برہنہ بیٹھی رہتی ہے۔ جو کوئی صاحب عزیمت آتا ہے اس کا علم کچھ تاثیر نہیں دکھاتا اور اسے خفیف ہو کر لوٹنا پڑتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ کیا تو اپنی عورت کو ہمارا پس خوردہ پانی پلا دے گا؟ اس نے عرض کیا۔ ضرور پلاؤں گا۔ آپ نے فرمایا جا جلدی سے پانی لے کر آ۔ جب وہ پانی لا رہا تھا تو دور سے ہی آپ نے فرمایا کہ اب پانی پس خوردہ ہو گیا ہے اسے جا کر اپنی عورت کو پلا دو۔

وہ شخص واپس گھر گیا۔ ایک پہر گزر جانے کے بعد واپس لوٹا۔ بڑا خوش وخرم تھا۔ کہنے لگا کہ جونہی میں پانی لے کر گھر پہنچا اور وہ جن جو کبھی حاضر نہیں ہوتا تھا قسمیں دے کر بولا کہ میں جاتا ہوں یہ پانی مجھے نہ پلاؤ۔ مگر میں نے بہ زور عورت کو پکڑ کر پانی پلا دیا۔ وہ پانی پینے کے بعد فوراً ہی ہوش میں آ گئی اور کپڑے پہن کر بھلی چنگی ہو کر بیٹھ گئی۔

حافظ عبدالرحمٰن صاحب قصوری نے ڈیرہ اسماعیل خاں کے دوستوں کی زبانی بیان کیا کہ ایک دینی مسئلے کے اظہار پر ڈیرہ کے نوابوں اور افغانوں نے آپ کی تعظیم وتکریم میں عمداً کمی کر دی۔ یہ بات اس لیے ہوئی کہ انہیں اس مسئلے پر آپ سے اختلاف رائے تھا۔ آپ نے اپنے علم کو وقار اور اعزاز کی خاطر کئی برس تک ڈیرہ کا سفر موقوف رکھا۔ ان لوگوں پر سخت تکالیف عائد ہوئیں۔ حضرت خواجہ قصوری ؒ مزنگ لاہور میں تشریف فرما تھے کہ نواب غلام حسن خاں اور ڈیرہ کے دوسرے عمائدین حاضر ہوئے اور اپنی تقصیر کی معافی چاہی اور بڑی التجا وتمنا سے عرض کیا کہ آپ ڈیرہ کا سفر فرمایئے۔

آپ نے ان کے لیے دعائے خیر کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے سے بھی عزیز رکھے اور بھلے دن دکھلائے۔

بعضوں نے اپنے دل میں کہا پہلے سے زیادہ عزیز ہونا تو ناممکن ہے! آپ نے کچھ شیرینی دے کر سب کو رخصت کیا۔ جونہی وہ لوگ واپس آئے، حاکمِ لاہور نے انہیں ایک مہم پر مامور کیا۔ اس مہم میں انہیں زبردست کامیابی ہوئی اور دشمن کا لاکھوں روپے کا سامان نقد و جنس کی صورت میں ان کے ہاتھ لگا۔ حاکم نے سب کچھ انہیں بخش دیا اور یوں ڈیرہ تک پہنچتے پہنچتے یہ لوگ مالا مال ہو گئے۔

ایک مولوی صاحب حضرت صاحب سنگھر والوں کے مریدوں میں سے تھے وہ ایک مرتبہ مزنگ لاہور آئے۔ حضرت خواجہ قصوریؒ بھی مزنگ میں تشریف فرما تھے۔ مولوی صاحب نے التجا کی کہ نواب شیخ امام الدین سے مجھے ایک کام ہے آپ میرے لیے ان سے سفارش نامہ لکھ دیں۔

آپ نے فرمایا مولوی صاحب! فقیر کی دولت مندوں کے پاس نہ تو آمد و رفت ہے اور نہ نوشت و خواند۔

مولوی صاحب کہنے لگے کہ آپ صاحبزادہ صاحب سے فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ دولت مندوں سے متنفر ہیں۔ مولوی صاحب نے اور تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا کہ ذرا صبر کرو۔ تھوڑی دیر بعد نواب شیخ امام الدین حاضر خدمت ہوا۔ کچھ نذر پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہاں سے آنا ہوا؟

انہوں نے کہا کہ فلاں حاکم کی طرف جا رہا تھا پتہ چلا کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں اور حاکم کے پاس جانے کا ذوق و شوق فراموش ہو گیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا ہوا آپ آ گئے، ان مولوی صاحب کا کچھ کام ہے کر دیجئے انہوں نے عرض کی بسرو چشم۔

حضرت کا نواسہ صاحب زادہ سید محمد شاہ صاحبؒ شوال ۱۲۹۶ھ میں سخت بیمار ہوا مولانا غلام دستگیر صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے آپ کے مزار پر انور کے قریب کھڑے ہو کر دعا کی کہ آپ کے نواسے کو اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ اسی دن بعد از دوپہر حاجی بیلا حضرت کے مخلصوں سے کہنے لگے کہ حضرت خواجہ قصوریؒ مجھے خواب میں ملے اور فرما گئے ہیں کہ سید محمدؒ نے کتنے روزے رمضان شریف کے توڑ دیئے ہیں یہ بیماری مواخذہ ہے اگر آئندہ کے لیے توبہ کرے تو صحت مند ہو جائے گا۔

سید محمد صاحبؒ نے اعتراف کیا کہ ان سے یہ حرکت ہوئی تھی۔ پھر صدق دل سے تائب ہوئے اور

صحت یاب ہوگئے۔

حضرت مولانا غلام نبی للہیؒ ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں قصور شریف سے واپس آ رہا تھا۔ میرے ہمراہ میرا ایک عزیز بھی تھا۔ دریائے جہلم کو عبور کرنا تھا۔ وقت زیادہ گزر گیا اور سورج سر پر آ گیا۔ دریا کے پار آ کر ابھی ایک میل کی مسافت ہی طے کر پائے تھے کہ تمازت آفتاب سے تشنگی کا سخت غلبہ ہوا۔ دور دور تک پانی کا کہیں نشان نہ تھا۔ پیاس نے دونوں کو نڈھال کر دیا۔ میرا عزیز کہنے لگا کہ ایک مرتبہ حضرت محمد سلیمان تونسویؒ کہیں سفر پر جا رہے تھے کہ دوران پانی ختم ہوگیا۔ ساتھی بے حد پریشان ہوئے کہ اتنے میں ایک شخص ٹھنڈا شیریں پانی لے کر حاضر ہوا۔ اور سب کو پانی پلایا۔ تم بھی اپنے پیر طریقت کے پاس سے آ رہے ہو۔ کیا تم میں بھی کوئی کرامت ہے؟۔

حضرت للہیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ساتھی نے ابھی بات ختم بھی نہ کر پائی تھی کہ ایک شخص کے پکارنے کی آواز آئی میاں ٹھنڈا پانی موجود ہے پیتے جاؤ۔ ہم اس آواز کی جانب لپکے۔ ٹھنڈا شیریں پانی پیا تو جان میں جان آئی۔ جب ہم نے دوبارہ سفر شروع کیا تو میں نے کہا تم نے تو صرف واقعہ ہی بیان کیا تھا خدا جانے وہ واقعہ گزرا بھی تھا یا نہیں لیکن ہمارے پیر طریقت کی کرامت تم نے دیکھ لی ہے۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ٥

ملفوظات کے مصنف لکھتے ہیں کہ

آپ کی نظر ہزار عمل سے افضل تھی۔ ایک مرتبہ کھانا تناول فرمانے کے بعد آپ ایک برتن میں ہاتھ دھو رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ فلاں شخص کو سگِ دیوانہ نے کاٹا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پانی (جسے آپ نے ہاتھ دھونے میں استعمال فرمایا تھا) اسے جا کر پلا دو۔ چنانچہ وہ پانی مریض کو پلا دیا اور اسے آرام آ گیا۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے۔ آپ کے وعظ میں بے حد تاثیر تھی۔ لوگوں پر رقت طاری ہو جاتی تھی اور ان کی آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے۔ مجمع میں مکمل خاموشی اور سکوت طاری ہوتا تھا۔ چنانچہ سامعین اسی حالت میں تھے کہ یکایک آسمان پر سیاہ بادل پھیل گئے زنجیر کی طرح دوڑنے لگے۔ سامعین بادل کا یہ رنگ دیکھ کر گھبرائے کہ بارش آنا چاہتی ہے۔ آپ نے مجلس کا رنگ بھانپ لیا اور فرمایا کہ:

ایک مرتبہ حضرت غوثِ اعظمؒ وعظ فرما رہے تھے کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ معلوم دیتا تھا کہ اب برسا کہ برسا۔ خلقت گھبرائی اور گھروں کو جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ حضرت غوثِ اعظمؒ نے آسمان کی طرف رخ

مبارک کیا اور فرمانے لگے کہ میں جمع کرتا ہوں اور تو انہیں پراگندہ کرتا ہے۔ یہ کہنا تھا کہ بادل چھٹ گئے اور لوگ پورے اطمینان کے ساتھ وعظ سننے لگے۔

حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوری ﷫ کا یہ فرمانا تھا کہ آپ کی مجلس پر سے بھی بادل فی الفور چھٹ گئے اور لوگ مطمئن ہو کر وعظ سننے لگے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

نقل ہے کہ ایک مرتبہ اس زور اور کثرت سے بارش ہوئی کہ لوگوں کا سخت نقصان ہوا فصلوں کی حالت خراب ہونے لگی۔ بارش تھی کہ تھمنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ لوگ سخت بدحال اور پریشان تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ لوگ حسرت و یاس سے آسمان کی طرف دیکھتے اور خاموش رہ جاتے۔ بارش کا اس قدر زور تھا کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ تباہ کر کے ہی دم لے گی۔ کچھ لوگ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک خلقت بارش کی کثرت اور تباہی سے سخت پریشان ہے دعا فرمایئے کہ بارش بند ہو جائے۔

آپ نے آسمان کی جانب نظر اٹھائی اور انگشت مبارک سے کچھ اشارہ کیا یا کچھ لکھا (اس میں راوی کو شک ہے) اس کے ساتھ ہی بارش بالکل تھم گئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

آپ کی ایک بڑی واضح کرامت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص اولاد کے حصول کے لیے تعویذ مانگتا تو تعویذ دیتے وقت اگر زبان مبارک سے نکل جاتا کہ اسے چاندی کے خول میں بند کر کے رکھنا تو معلوم ہو جاتا کہ سائل کے یہاں دختر کی ولادت ہوگی۔ اور اگر فرماتے کہ اسے جست کے خول میں رکھنا تو یہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کے خلیفہ اعظم حضرت للہی ﷫ کے توسط سے تعویذ مانگا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے چاندی کے خول میں رکھنا۔ حضرت مولانا للہی ﷫ نے عرض کی کہ حضور اسے اولاد نرینہ کی خواہش ہے۔ فرمایا کہ اب تو چار ماہ گذر چکے ہیں۔ چنانچہ اس شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

حالاتِ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوری ﷫ سفر میں تھے۔ اور اپنے عمِ بزرگوار کی کوئی کتاب بغرض مطالعہ ساتھ لیتے آئے تھے۔ اثنائے سفر وہ کتاب کسی طرح گم ہوگئی۔ ادھر عمِ بزرگوار کا خط آیا کہ فلاں کتاب تمہارے پاس ہے بھیج دو۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ کتاب کتب خانہ

میں ہے تلاش کریں۔ حالانکہ معلوم تھا کہ کتاب گم ہوگئی ہے۔ یہ لکھنے کے بعد آپ نے یا جامع الناس لیوم لاریب فیہ اردو علیّٰ اضالتی۔ پڑھنا شروع کیا۔ کچھ دن کے بعد عمِ بزرگوار کا خط آیا اس میں تحریر تھا کہ کتاب کتب خانہ سے مل گئی ہے۔

حضرت مولانا غلام نبی للہی ؒ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ قصور شریف کے علاقے میں سخت قحط پڑا۔ رات کو سوتے تھے کہ ایک مجذوب حضرت خواجہ قصوری ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ یا حضرت بھوک لگی ہے کچھ کھانے کو مل جائے۔ آپ نے فرمایا ذرا توقف کرو۔ کچھ دیر بعد وہ پھر بولا قبلہ! جلدی کریں۔ بھوک سے بے حال ہو رہا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میاں ذرا ٹھہرو۔

اسی وقت ایک شخص ایک طشت اٹھائے پہنچ گیا اور عرض کرنے لگا کہ یہ کھانا فلاں شخص نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔ آپ نے نصف کھانا اس مجذوب کو اور نصف مجھے عطا فرمایا۔ کھانا لانے والے نے یہ بھی بتایا کہ اس کا مالک سو رہا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی دل میں خیال گزرا کہ ہم تو کھانا کھا چکے ہیں خدا معلوم حضرت خواجہ صاحب ؒ کے گھر میں کچھ پکا ہے یا نہیں اور درویش بھی بھوکے سو گئے ہوں گے۔ اسی وقت کھانا تیار کروا کے آپ کی خدمتِ عالیہ میں روانہ کر دیا۔

حضرت للہی ؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں آپ کی مجلس فیض منزل میں حاضر ہوتا تھا، اور کچھ فاصلے پر بیٹھتا تھا۔ اگر میں کچھ عرض کرنا چاہتا اور آپ کو کچھ جواب فرمانا ہوتا تو ہمیشہ القا فرماتے تھے۔ اور یوں پوچھنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ ملفوظات شریف میں ہے کہ کشمیر کا ایک صوبیدار امام دین نامی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ رخصت کے وقت اس نے مصافحہ کرنے کو ہاتھ بڑھایا تو آپ کی نظر ہاتھ میں پہنے ہوئے سونے کے کڑوں پر پڑی۔ فرمایا کہ یہ نہ پہنا کرو۔ مردوں پر اس قسم کا زیور پہننا حرام ہے۔

صوبیدار نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ سونے کے ایسے زیورات نہیں پہنے گا۔ پھر وہ رخصت ہوگیا۔ دوسرے روز پھر حاضر ہوا تو سونے کے کڑے اتارنے کی بجائے انہیں اوپر کو چڑھا لیا تاکہ وہ حضور کی نظروں سے چھپ جائیں۔ رخصت کے وقت جب اس نے مصافحہ کرنا چاہا تو کڑے نیچے کھسک آئے۔ آپ نے یہ دیکھا تو بہت خفا ہوئے اور فوراً چلے جانے کا حکم دیا۔ اس نے بڑی منت سماجت کی اور معافی مانگی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ٥

آپ کے عقیدت مندوں میں ایک شخص بے حد غریب اور مفلس تھا۔ اسے آپ کی دعوت کرنے کا بے حد

شوق تھا لیکن اپنی غربت وافلاس کو دیکھ کر وہ دل گرفتہ ہو جاتا تھا۔

آخر ایک روز اس نے آپ کی دعوت کی اور دعوت میں صرف گاجر ابال کر سامنے رکھ دی۔ آپ نے بڑے شوق سے تناول فرمایا اور اس کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ یہ تنگ دستی ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ شخص فارغ البال ہو گیا۔

آپ کے مرید غلام حسین خاں ترین (ڈیرہ اسماعیل خاں) نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو اولاد نرینہ کے واسطے بذریعہ خط عرض کیا۔ آپ نے اسے یہ رباعی لکھ کر بھیج دی جس سے بچوں کے نام بھی مع دعا کے ظاہر ہیں۔

شاہ	نواز	ست	قبول خدا
لعل	بود	گوہر	کانِ صفا
باد	بہ	سردار	سعادت قریں
باد	بعبد	اللہ	عبادت گزیں
لطف	آلہ	باد	بہ لطف اللہ خاں
جملہ	برادرز	بلا	در اماں

خدا کے فضل سے اس کے یہاں پانچ فرزند پیدا ہوئے بحوالہ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ایک شخص آپ کی زیارت کے لیے قصور شریف کو روانہ ہوا۔ راستے میں اسے ایک اور شخص ملا۔ پہلے شخص نے اس سے قصور شریف جانے کا مدعا بیان کیا اور کہا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کو کوئی پیغام دینا ہو تو بتا دیجئے۔ وہ شخص بولا کہ یہ عرض کرنا کہ فلاں شخص نے اپنے لڑکے کو آپ کے حلقہ مریدین میں اس لیے داخل کرایا تھا کہ لڑکا خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ جان لے اور اس کی عاقبت سنور جائے لیکن وہ تو دنیا کے حال میں مسکن ہے اور ہم سے بھی بیگانہ ہو گیا ہے۔

راستے میں آگے چل کر وہ شخص اس شہر سے گزرا جہاں یہ لڑکا تھانیدار تھا۔ اس نے سوچا کہ اسے بھی ملتا چلے۔ چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچا اور قصور شریف جانے کا مدعا بیان کیا اور کہا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے لیے پیغام ہو تو دے دو۔

وہ بولا میرا سلام عرض کرنا۔ عدم فرصت کے سبب حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔ چنانچہ وہ شخص قدم بوسی کے لیے قصور شریف پہنچ گیا۔ لیکن سوئے اتفاق سے باپ بیٹا دونوں کے پیغام دینا بھول گیا۔ چار دن کے قیام کے بعد

شوق تھا لیکن اپنی غربت وافلاس کو دیکھ کر وہ دل گرفتہ ہو جاتا تھا۔

آخر ایک روز اس نے آپ کی دعوت کی اور دعوت میں صرف گاجر ابال کر سامنے رکھ دی۔ آپ نے بڑے شوق سے تناول فرمایا اور اس کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ یہ تنگ دستی ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ شخص فارغ البال ہو گیا۔

آپ کے مرید غلام حسین خاں ترین (ڈیرہ اسماعیل خاں) نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو اولادِ نرینہ کے واسطے بذریعہ خط عرض کیا۔ آپ نے اسے یہ رباعی لکھ کر بھیج دی جس سے بچوں کے نام بھی مع دعا کے ظاہر ہیں۔

شاہ	نواز	ست	قبول	خدا

شاہ	قبول	ست	نواز	خدا
لعل	کانِ	گوہر	بود	صفا
باد	سعادت	سردار	بہ	قریں
باد	عبادت	اللہ	بعبد	گزیں
لطف	لطف	اللہ	بہ	باد	آلہ	خاں
جملہ	در	بلا	برادرز	اماں

خدا کے فضل سے اس کے یہاں پانچ فرزند پیدا ہوئے بحوالہ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ایک شخص آپ کی زیارت کے لیے قصور شریف کو روانہ ہوا۔ راستے میں اسے ایک اور شخص ملا۔ پہلے شخص نے اس سے قصور شریف جانے کا مدعا بیان کیا اور کہا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کو کوئی پیغام دینا ہو تو بتا دیجئے۔ وہ شخص بولا کہ یہ عرض کرنا کہ فلاں شخص نے اپنے لڑکے کو آپ کے حلقہ مریدین میں اس لیے داخل کرایا تھا کہ لڑکا خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ جان لے اور اس کی عاقبت سنور جائے لیکن وہ تو دنیا کے حال میں مسکن ہے اور ہم سے بھی بیگانہ ہو گیا ہے۔

راستے میں آگے چل کر وہ شخص اس شہر سے گزرا جہاں یہ لڑکا تھانیدار تھا۔ اس نے سوچا کہ اسے بھی ملتا چلے۔ چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچا اور قصور شریف جانے کا مدعا بیان کیا اور کہا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے لیے پیغام ہو تو دے دو۔

وہ بولا میرا سلام عرض کرنا۔ عدم فرصت کے سبب حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔ چنانچہ وہ شخص قدم بوسی کے لیے قصور شریف پہنچ گیا۔ لیکن سوئے اتفاق سے باپ بیٹا دونوں کے پیغام دینا بھول گیا۔ چار دن کے قیام کے بعد

واپس لوٹنے لگا تو اجازت کے لیے حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ میاں کسی کا پیغام پہنچانا فرض ہوتا ہے بھولنا نہیں چاہیے۔ تب اس شخص نے ان دونوں اشخاص باپ بیٹا کے پیغام حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیے۔

آپ سنتے ہی فوراً مراقبے میں چلے گئے اور فرمایا کہ اس شخص کا پیغام پھر دہراؤ۔ اس نے پیغام دہرا دیا۔ آپ نے فرمایا ذرا پھر دہرانا اس نے پھر دہرایا۔ اسی طرح تیسری مرتبہ آپ نے پیغام دہرانے کو کہا اور خود مراقبے میں رہے ابھی تیسری مرتبہ پیغام پورا نہیں دہرایا تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ وہی لڑکا جس کے والد نے شکایت کی تھی فقیرانہ شکل میں چلا آتا ہے اور پنجابی کے وہ اشعار جو اس نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی شان میں لکھے تھے بلند آواز سے پڑھ رہا ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ دیکھو وہ آ گیا ہے۔ تم کہتے تھے کہ یہ دنیا میں پھنسا ہوا ہے۔ لیکن ذرا اس کی کیفیت تو دیکھو کیا دنیا دار لوگوں کی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ٥

ایک مرتبہ نصف شب کے قریب مسجد میں تشریف لے جا رہے تھے کہ بازار میں ایک ہندو عورت ملی جو بار بار یہ مصرع دہرا رہی تھی۔

جو دم جیواں سو گنگا جاں

آپ نے اس کا یہ ورد سنا تو اس کی حالت پر توجہ فرمائی اور فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کہتی کہ

جو دم جیواں سوا اللہ

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کی حالت غیر ہو گئی اور اس کے جسم کے ہر بال سے ذکر جاری ہو گیا۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

ہندوؤں نے اس کی لاش کو جلانا چاہا لیکن آگ اسے نہ جلاتی تھی۔ انہوں نے ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام رہے۔ مجبوراً وہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

آپ نے اس کی لاش کے لیے غسل کا حکم دیا اور اس کے بعد اس کے جسد کو قبرستان میں دفنا دیا گیا۔

ملفوظات میں لکھا ہے کہ

آپ کی خدمت عالیہ میں ایک شخص حاضر ہوا کرتا تھا۔ وہ بیان کیا کرتا تھا کہ ابتدا میں اسے خدا طلبی کا شوق

تھا۔ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور پورے بارہ برس تک شب و روز ان کی خدمت میں مشغول و مصروف رہا اور شادی بھی نہ کی کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ شادی سلوک کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔اسی طرح بارہ سال گزر گئے یہاں تک کہ وہ بزرگ انتقال کر گئے اور وفات سے قبل ایک دوسرے بزرگ کے سپرد کر دیا۔آٹھ سال تک شب و روز ان کی بھی خدمت کی اور یوں زندگی کے بیس سال بیت گئے۔جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے قصور شریف کا راستہ بتایا اور خود دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

پھر وہ شخص قصور شریف میں حضرت خواجہ قصوریؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور خدا کے فضل سے اسے سب کچھ حاصل ہو گیا۔

نقل ہے کہ آپ کے دور میں ایک سکھ بھی آپ کی محفل میں آ کر بیٹھا کرتا تھا۔وہ انتہائی مفلوک الحال اور مفلس تھا۔اس پر طرہ یہ کہ وہ کثیر الاولاد بھی تھا۔اکثر فاقہ کشی تک نوبت رہتی تھی۔غربت کی وجہ سے اس کی جوان لڑکیاں گھر میں کنواری بیٹھی ہوئی تھیں اور یہ پریشانی اس کے لیے سوہان روح بنی ہوئی تھی کیونکہ کوئی شخص غربت کے سبب اس کی لڑکی یا لڑکے کا رشتہ قبول نہ کرتا تھا۔

وہ آپ کی مجلس میں اس نیت سے آتا تھا کہ اپنے لیے حضرت خواجہ صاحبؒ سے دعا کرائے تا کہ اس کی مفلسی اور غربت دور ہو۔مگر آپ کی پر جلال شخصیت اور مجلس کا رنگ دیکھ کر وہ اس قدر مرعوب ہو جاتا کہ عرض مدعا کا حوصلہ نہ پاتا اور کچھ دیر بعد خاموشی سے اٹھ کر چلا جاتا۔

اسی طرح کئی روز گزر گئے۔آخر ایک دن آپ نے اس پر مہربانی فرمائی اور پوچھا کہ لوگ آتے ہیں اپنا اپنا مدعا بیان کرتے ہیں۔کئی دن ہو گئے تم مجلس میں حاضر ہوتے ہو۔معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ کہنا چاہتے ہو،لیکن کہہ نہیں پاتے۔تمہاری کیا غرض ہے بیان کرو۔سکھ نے آپ کی یہ مشفقانہ گفتگو سنی تو اسے کچھ حوصلہ ہوا۔اس نے عرض کیا کہ واقعی میں اپنا ایک مدعا کہنا چاہتا ہوں لیکن آپ کی معظم و محترم شخصیت سے اس قدر مرعوب ہوں کہ کچھ کہنے کا حوصلہ نہیں پاتا۔ اب آپ نے فرمایا ہے تو مجھے لب کشائی کی جرأت ہوئی ہے۔

پھر اس سکھ نے اپنی غربت و مفلسی اور بچوں کی شادیوں میں رکاوٹ کا ذکر کیا اور کہا کہ جوان لڑکیاں گھر میں بیٹھی ہیں۔لڑکے والے قیمتی جہیز طلب کرتے ہیں میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔آپ دعا فرمائیں کہ میری یہ مشکل آسان ہو۔آپ نے اس کا یہ ماجرا سنا تو بے حد افسوس کیا۔پھر اسے تسلی دی۔اور خادم کو قلم دوات لانے کا حکم دیا۔

آپ نے ایک تعویذ لکھا اور سکھ سے فرمایا کہ صبح طلوع آفتاب کے وقت اسے اپنی پگڑی میں باندھ لینا اور

مشرق کی سمت روانہ ہو جانا کہیں رکنا نہیں۔ یہ فرما کر آپ نے سکھ کو رخصت کیا۔ دوسرے روز طلوع آفتاب کے وقت سکھ نے تعویذ اپنی پگڑی میں باندھا اور مشرق کی سمت روانہ ہوا۔ کافی دور نکل گیا تو اسے دو شخص ملے جنہوں نے ہاتھوں میں کلہاڑیاں پکڑ رکھی تھیں۔ وہ ان کے پاس سے گزرنے لگا تو انہوں نے اسے للکارا اور کہا کہ یہیں کھڑے رہو۔

سکھ گھبرایا ڈرتے ڈرتے سکھ نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے ایک مردہ جانور کے ڈھانچے کی طرف اشارہ کیا اور حکم دیا کہ اپنے بھورے میں اسے باندھ کر اٹھا لے جاؤ۔ سکھ نے اس خوف سے کہ مبادا حکم عدولی کرنے پر مجھے یہ ہلاک کر دیں۔ اس مردار کے ڈھانچے کو بھورے میں باندھ لیا۔ پھر ان دونوں نے اسے کہا کہ اسے گھر لے جا کر کھولنا۔ اگر راستے میں کھولا تو تمہیں جان سے مار دیا جائے گا۔

وہ سکھ لرزاں و ترساں مردار کی گٹھڑی سر پر اٹھائے واپس گھر کو چلا۔ کچھ دور آگے نکل کر اس کے حواس بحال ہوئے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو انہی اشخاص کو اپنے چپ و راست موجود پایا۔ وہ پھر گھبرا گیا اور قدم تیز تیز اٹھاتا ہوا گھر جا پہنچا اور گٹھڑی صحن میں دے ماری۔

بچوں نے سمجھا کہ ان کا باپ ان کے لیے کوئی چیز لایا ہے۔ وہ گٹھڑی کی طرف لپکے تاکہ اسے کھول کر دیکھیں۔ سکھ نے کہا کہ اسے ہاتھ مت لگانا۔ مگر بچوں نے گٹھڑی کو زبردستی کھول دیا۔

خدا کی قدرت سے وہ مردہ جانور کا ڈھانچہ سونے میں بدل چکا تھا۔ گھر کے تمام افراد یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ سکھ خود بھی اتنا سونا دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا۔ لیکن پھر فوراً ہی معاملے کی تہہ کو پہنچ گیا کہ یہ حضرت خواجہ صاحبؒ ہی کی کرامت ہے۔

آخر اس سکھ کی فارغ البالی زبان زدِ عام ہوئی تو لوگوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ سے بھی اس کا ذکر کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: فقیر نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کیا۔ مردار کو مردار دے دیا ہے کیونکہ دنیا مثل مردار کے ہے اور اس کا طالب مانند کتے کے۔

ایک مرتبہ رمضان المبارک کے مہینے میں آپ نے ایک شخص کو نماز تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے مقرر فرمایا۔ خدا کی قدرت سے ایسا ہوا کہ چاند نظر آنے سے صرف ایک روز قبل وہ حافظ صاحب سخت بیمار ہو گئے اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جو نماز تراویح میں قرآن مجید سنا سکتا۔ آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو حافظ صاحب آجائیں گے۔

شرق پور کے نزدیک فیض پور میں آپ کے ایک مرید رہتے تھے وہ بھی قرآن کے حافظ تھے۔ آپ نے

انہیں خواب میں شرفِ زیارت بخشا اور انہیں قصور شریف آنے کا حکم دیا۔ دوسرے روز مغرب کے قریب وہ حافظ صاحب قصور شریف پہنچ گئے اور آپ نے فرمایا۔لومیاں وہ حافظ صاحب آ گئے ہیں۔اور پھر بعد میں حافظ صاحب نے دوسرے عقیدت مندوں سے خواب والا سارا واقعہ بیان کیا۔

حضرت مولانا للہیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ علاقہ راوی کے بعض اشخاص کو آپ نے خواب میں زیارت بخشی۔ان لوگوں کو آپ کی ملاقات اور زیارت کا شوق دامن گیر ہوا۔تو تلاش میں چل نکلے۔آخر تلاش بسیار کے بعد وہ سب قصور شریف آ پہنچے اور جب پابوسی کے لیے حضور کی محفل فیض منزل میں حاضر ہوئے تو باوجود ایک عرصہ گزر جانے کے آپ نے سب کو پہچان لیا اور ایک ایک کا نام لے کر ان سے ملے اور ان کا حال دریافت فرمایا۔ان اشخاص کے نام یہ ہیں۔مولوی قادر بخش صاحب دھولری، مولوی علاؤالدین المعروف علاول دین موضع بستی پیراں نزد کمالیہ اور میاں شاہ محمد جویا نزد بستی پیراں کمالیہ یہ تمام اشخاص حلقہ مریدین میں داخل ہوئے۔آپ نے انہیں بیعت کیا مگر ایک چوتھے شخص کی بیعت نہ لی اور فرمایا: عزیز! تمہارا فیض حضرت خواجہ تونسویؒ کے پاس ہے۔

انہی مریدین کے اصرار پر آپ اگلے سال علاقہ راوی تشریف لے گئے۔متعدد لوگوں نے اس موقع پر آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہاں آپ کی ملاقات مائی صفوراںؒ سے بھی ہوئی۔

ایک مرتبہ آپ اپنے خلیفہ اعظم حضرت مولانا للہیؒ کے پاس تشریف لے گئے۔حضرت خواجہ للہیؒ سے لوگوں نے عرض کی کہ یہ حضرت ہمارے کنویں کا پانی تلخ بھی ہے اور کم بھی۔حضور کرم فرمائیں تو یہ تکلیف دور ہو جائے۔آپ نے یہ سنا تو اس کنویں پر تشریف لے گئے حکم دیا کہ پانی کا ایک ڈول نکالا جائے۔پانی کا ڈول نکالا گیا۔ آپ نے اس میں سے چلو بھر پانی لے کر اپنے منہ میں ڈالا اور کلی کر کے سارا پانی اس ڈول میں واپس ڈال دیا۔پھر حکم دیا کہ اس ڈول کا پانی کنویں میں انڈیل دیا جائے۔

جب پانی کنویں میں انڈیلا گیا تو اس کے بعد نہ تو اس کا پانی تلخ رہا اور نہ کبھی اس میں کمی کی شکایت ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

ایک مرتبہ آپ ڈنگہ ضلع گجرات تشریف لے گئے۔ایک جگہ کو دیکھ کر فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں ایک مسجد ہے اور یہاں ایک کنواں ہے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ نشان بھی دیتے جاتے تھے۔آپ کا یہ کشف کچھ عرصہ بعد ظہور پذیر ہوا۔یعنی واقعی اسی نشان زدہ جگہ پر ایک مسجد اور ایک کنویں کی تعمیر ہوئی۔لوگوں نے اس جگہ کا نام نہایت عقیدت واحترام کے طور پر یقین پور رکھ دیا۔

حضرت مولانا للہی ؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نواب شیر محمد خاں ٹوانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ان دنوں آپ مزنگ لاہور میں تشریف فرما تھے۔حاضری سے قبل نواب شیر محمد خاں کی ملاقات آپ کے مشہور خلیفہ مولانا اشرف علی صاحب بھیروی ؒ سے ہوئی۔خلیفہ صاحب ڈیوڑھی پر تشریف فرما تھے۔نواب صاحب ان سے محوِ گفت گو ہوئے تو انہوں نے دیکھ کر فرمایا کہ نواب صاحب آپ اللہ والوں سے ملاقات کو آئے ہیں اور آپ نے سونا پہنا ہوا ہے۔

یہ سن کر نواب صاحب نے فوراً سونے کے بٹن اتار دیئے۔پھر خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ تم اپنی مونچھوں کو بھی شریعت کے مطابق درست کراؤ۔نواب صاحب نے مونچھیں بھی درست کرائیں۔اور قیمتی لباس بھی اتار دیا جس سے کہ کبر ونخوت کا اظہار ہوتا تھا۔پھر وضو کر کے خلیفہ صاحب کے ہمراہ اندر داخل ہوئے اس وقت حضرت خواجہ صاحب ؒ علما سے مسئلہ توحید پر بات چیت کر رہے تھے۔نواب صاحب نے السلام علیکم کہا آپ نے فرمایا کہ شیر محمد خاں بیٹھ جاؤ اور ہاتھ سے ایک طرف اشارہ فرمایا۔نواب صاحب بیٹھ گئے۔

جب علماء سے گفتگو ختم ہو چکی تو حضور،نواب صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اس دوران نواب صاحب حضور خواجہ صاحب ؒ کی گفتگو سن کر بے حد متاثر ہو چکے تھے۔جسم بید مجنوں کی طرح کانپ رہا تھا اور آنکھیں اشکبار تھیں۔جب اس نے حضور خواجہ صاحب ؒ کو اپنی طرف متوجہ پایا تو عرض کی کہ مجھے اپنی غلامی میں داخل فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔میاں تم نواب ہو کسی بڑے بزرگ سے بیعت کرو۔ہم تو بالکل عاجز اور گناہ گار بندے ہیں۔ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ کیا خبر ہمارے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے۔لیکن نواب صاحب نے بڑی انکساری سے بار بار اصرار کیا تو آپ نے اسے بیعت سے نوازا اور حلقہ مریدین میں داخل کر لیا۔

پھر آپ نے اسے کچھ پند ونصائح کیے اور کہا کہ علمائے سو کے وعظ میں شرکت نہ کرنا۔شریعت کے احکام کی پابندی کرنا۔مرنگی حکام سے نفرت رکھنا۔لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی توجہ اور مہربانی سے نواب کی کایا پلٹ گئی اور وہ بے حد متقی اور پرہیزگار بن گیا۔کوئی وقت ذکر وشغل سے خالی نہ جاتا تھا اور ہمہ وقت باوضو رہتا تھا۔جب کسی انگریز سے ہاتھ ملاتا تو اس کے فوراً بعد مٹی اور صابن سے ہاتھ دھو لیتا تھا۔

معتبر روایت کے مطابق نواب صاحب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قدر شیدائی بن گئے اور حکام شریعت پر اس قدر سختی سے عمل کیا کہ انہیں اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوتا تھا۔گیارہوں اور بارہویں کا ختم دلوانے اور ہر ماہ کے مطابق وعظ سننے کا آپ نے حکم دیا تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ؀

ایک دفعہ علاقہ سرگودہا سے آپ کا ایک مخلص مرید میاں گل محمد حاضر خدمت ہوا۔اور عرض کی کہ یا حضرت ،فلاں ڈھڈھی زمیندار سے میں نے اپنے لڑکے کے لیے اس کی لڑکی کا رشتہ طلب کیا۔مگر چونکہ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا آدمی سمجھتا ہے لہذا اس نے صاف انکار کر دیا بلکہ یہاں تک کہا کہ تمہیں مجھ سے رشتہ مانگنے کی جرأت کیسے ہوئی۔اس سے میری بڑی ہتک ہوئی ہے اب میں اپنے علاقے میں منہ نہیں دکھا سکتا۔میرے حال پر مہربانی فرمائیے۔

آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ میاں گل جاؤ! تمہارے گھر پہنچنے سے پہلے وہ شخص تمہارے گھر کے تین چکر لگا چکا ہے۔اور اب وہ اپنی زبان سے رشتہ دینے کو تیار ہے۔حضور کے ارشاد کے مطابق میاں گل محمد کلیار جب واپس گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ زمیندار تین مرتبہ میاں گل محمد کو ملنے آئے تھے۔

ادھر جب زمیندار کو میاں گل محمد کی واپسی کی اطلاع ملی تو خود چل کر میاں گل محمد کے گھر پہنچا۔اپنے پہلے رویے کی معافی مانگی اور کہا کہ میاں اٹھو اپنا کام سرانجام دو۔میں نے اپنی لڑکی کا رشتہ تمہارے لڑکے سے کر دیا ہے۔

ایک مرتبہ آپ للہ شریف لے گئے اور اپنے مرید مخلص حضرت مولانا غلام نبی للہی ؒ کے ہاں قیام فرمایا۔حضرت مولانا غلام نبی للہی ؒ سے پہلے وہاں آپ کے قدیمی مرید اور مخلص مولوی فیض بخش صاحب تھے جن کے ساتھ آپ کے دیرینہ تعلقات بھی تھے لیکن جب حضرت مولانا غلام نبی للہی ؒ کو شرفِ بیعت حاصل ہوا تو پیر کامل کی نظر اپنے مرید ہونہار کی علو استعداد کو بھانپ گئی اور رشتہ محبت اس قدر بڑھا کہ درمیان سے دوئی کے تمام پردے اٹھ گئے۔اسی تعلق کی بنا پر آپ نے مولانا غلام نبی للہی ؒ کے یہاں قیام فرمایا اور اپنے دیرینہ مرید مولوی فیض بخش کو یہاں بلا بھیجا۔لیکن وہ اس خیال سے کہ آپ نے وہاں قیام کیوں فرمایا۔خانہ بند ہو گئے۔اور قاصد کو کہلا بھیجا کہ فیض بخش گھر میں موجود نہیں۔لیکن آپ نے کشف سے فوراً معلوم کر لیا اور قاصد سے کہا کہ نہیں جاؤ اور انہیں بلا لاؤ۔

پھر وہی جواب ملا۔فرمایا کہ بہتر ہے میں نے للہ میں ایک بوٹا لگانا تھا وہاں نہیں تو یہاں سہی۔چنانچہ للہ میں آپ نے وہ پودا لگایا کہ جس کا فیض آج تک جاری ہے۔مولوی فیض بخش غصہ میں آکر حضرت خواجہ تونسوی ؒ کے مرید ہو گئے اور طالبِ خلافت ہوئے۔لیکن گوہر مقصود تا حیات حاصل نہ ہو سکا۔

خلفاء

حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری ؒ دائم الحضوری جب دہلی سے حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی ؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ سے فارغ التحصیل ہوئے اور طریقہ عالیہ مجددیہ کی خلافت اور علم

حدیث کی سند اور تعلیم وتدریس کی اجازت حاصل کر کے واپس پنجاب لوٹے تو ان دنوں پنجاب میں بدعات کا زور تھا۔ لوگ احکامِ خداوندی اور احکامِ شریعت سے منہ موڑ چکے تھے اور اس غفلت کے سبب اسلام گویا خشک سالی کا شکار تھا۔

آپ نے شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشق الٰہی سے اس علاقے میں تروتازگی اور ایک نئی زندگی پیدا کی۔ آپ نے دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے اپنے حلقہ خاص کے عقیدت مندوں اور مریدوں کو بیعت وارشادِ طریقیت کی اجازت بخشی۔ چند ایک ممتاز ومعروف خلفاء کے اسمائے گرامی یہاں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ خلیفہ اول حضرت مولانا غلام نبی للہیؒ ضلع جہلم۔

۲۔ حضرت مولانا غلام مرتضیٰ صاحب بیربل شریف ضلع سرگودھا

۳۔ حضرت مولانا حافظ نورالدینؒ صاحب چکوڑی شریف ضلع گجرات

۴۔ حضرت مولانا حافظ علم الدینؒ وحافظ محمد الدینؒ برادران حافظ نورالدینؒ چکوڑی شریف ضلع جرات۔

۵۔ حضرت مولانا مفتی غلام محی الدینؒ صاحب نمک میانی

۶۔ حضرت صاحبزادہ مفتی غلام احمدؒ ولد مفتی غلام محی الدینؒ نمک میانی

۷۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ مرالی شریف نزد ڈیرہ اسمٰعیل خاں۔

۸۔ حضرت مولانا بدرالدینؒ صاحب اوچ لدھے کی نزد للیانی علاقہ لاہور۔

۹۔ حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام دستگیرؒ صاحب ہاشمی قصوری۔

۱۰۔ حضرت خواجہ صاحبزادہ حافظ شاہ عبدالرسول صاحب رحمتہ اللہ علیہ قصوری حضوری۔

۱۱۔ حضرت مولانا محمد اشرف علیؒ

۱۲۔ حضرت مولانا کرم الٰہیؒ صاحب ولد مولوی دلپذیر بھیروی

۱۳۔ حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب قندھاریؒ

۱۴۔ حضرت مولانا صالح محمد صاحب کنجاہیؒ

اولاد

خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کی شادی آپ کے اپنے خاندان ہی میں ہوئی تھی۔ زوجہ محترمہ کا نام نامی حضرت زلیخا تھا۔ اولاد میں ایک صاحبزادہ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادہ کا نام نامی اسم گرامی حضرت صاحبزادہ

حافظ عبدالرسولؒ تھا۔ بڑی صاحبزادی کا نام بی بی حافظہ اور چھوٹی صاحبزادی کا نام بی بی پارسا تھا۔ بڑی صاحبزادی بی بی حافظہ کی شادی مولانا غلام علی قصوری سے ہوئی تھی ان کے بطن سے ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جن کا نام صاحب بیگم تھا اور چھوٹی صاحبزادی بی بی پارسا آپ کے خلیفہ حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری کے عقد میں آئیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

حضرت خواجہ صاحبزادہ

حافظ عبدالرسول صاحب قصوریؒ

پیدائش اور ابتدائی حالات

حضرت مقبول بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواجہ حافظ شاہ عبدالرسولؒ قدس سرہٗ قصوری کی ولادت مبارک کا سن سعید ۱۲۳۵ھ ہے۔ پیدائش آپ کی بھی قصور شریف میں ہوئی۔ تمام معلومہ ذرائع اس پر متفق ہیں کہ آپ کی پیدائش آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محی الدین قصوریؒ کی مشہور زمانہ تصنیف ''تحفہ رسولیہ'' کی اشاعت کے ایک سال بعد ہوئی۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ نے اپنے کشف اور روحانی قوت کی بدولت آپ کی پیدائش، نام، کنیت اور معمولاتِ زندگی، یہاں تک کہ سالِ وفات تک اپنی مشہور تصنیف مذکورہ میں ایک طویل اور نہایت مرصع نظم کی صورت میں لکھ دیا تھا۔

آپ کے والد ماجد اپنے دور کے نامور عالم اور صاحب کرامت بزرگ اور صوفی تھے۔ اس لیے حصول تعلیم کے لیے سن شعور کو پہنچنے پر زانوئے تلمذ والد ماجد کے سامنے ہی طے کیے۔ حفظ قرآن اور تجوید وقرأت کے فن کے علاوہ دیگر علوم ظاہری جن میں فقہ، شرح، حدیث، منطق، فلسفہ، شعروادب، معقولات ومنقولات، صرف نحو وگرائمر وغیرہ شامل ہیں والد ماجد سے ہی حاصل کیے۔ اس کے ساتھ ساتھ سلوک کی منزلیں بھی انہیں کی ہدایت اور نگرانی میں طے کیے۔ سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں خلافت اور اجازت بیعت بھی والد مکرم سے حاصل کی۔

تحقیق چشتی کے مصنف مولوی نور احمد چشتی کے دوست ہم عصر اور مشہور مورخ مفتی غلام سرور مصنف خزینۃ الاصفیا کو آپ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔

مفتی غلام سرور اپنی کتاب حدیقۃ الاولیا میں رقم طراز ہیں کہ: حضرت شاہ عبدالرسول قصوری عالم اعلم فاضلِ افضل کامل اکمل، جامع شرافت ونجابت۔ ہادی شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت تھے۔ ان کی زیارت سے خدا

یاد آتا تھا۔ وعظ میں اثر تھا۔ دوران وعظ آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں۔

سلوک مجددیہ آپ نے حضرت قبلہ گاہی سے طے فرمایا تھا۔ قبلہ والد صاحب نے آپ کے ذمے درس علوم دین و تعلیم، حفظ قرآن اور توجہ مریدین کا کام سونپا تھا۔ آپ خاص و عام کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ ہمیشہ کسر نفسی آپ پر غالب رہی۔ حلقے میں شامل ہونا، اور سفر کرنا آپ کے لیے دشوار تھا۔

تمام ظاہری و باطنی اشیا سے بے نیاز تھے۔

کسی نواب صاحب نے آپ کے پاس نذر کے طور پر ایک بھینس بھیجی۔ لیکن آپ نے قبول نہ کی اور واپس لوٹا دی۔ جب اہل خانہ کو معلوم ہوا تو ناراض ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے نواب صاحب کو رقعہ لکھا اور گھر والوں کی ناراضی کی اطلاع دی۔ رقعہ یہ تھا۔

گاؤمیش رسیدہ، دل ریش گردیدہ، از ماندنش دل تنگی واز رانندش خانہ جنگی (بھینس تو آئی مگر دل پر چوٹ لائی۔ رکھنے سے دل کو تنگی اور واپس کرنے سے خانہ جنگی) ایں بلائے عظیم است وخدائے کریم است۔

نواب صاحب نے رقعہ مبارک پڑھا اور بھینس دو نوکروں کے ساتھ خدمتِ عالیہ میں واپس بھیجی۔

جو شخص آپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوتا آپ اس سے خفا ہوتے اور منع فرماتے۔ طبقہ امرائیں سے جو آپ کی محبت کا دم بھرتے تھے ان میں سے جو ملاقات کے لیے آتا آپ روپوش ہو جاتے۔ اگر اتفاقاً کوئی پاس آبیٹھتا تو بہت کم نشست رکھتے۔ اس کے خلاف طبع گفتگو فرماتے تاکہ وہ اٹھ جائے۔

درویشوں اور خدا دوست انسانوں کی خدمت کا بے حد شوق تھا۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی مشہور تصنیف حدیقۃ الاولیاء کے صفحہ نمبر ۷۷ پر آپ کے اوصافِ حمیدہ پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے آپ سے ملاقات بھی کی۔ حضرت خواجہ سید حافظ محمد شاہ صاحبؒ جو آپ کی صاحبزادی کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے بھی آپ کے اوصافِ حمیدہ بیان فرمائے ہیں۔

آپ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ مریدین کو بھی اس کی سخت تاکید فرماتے اور حکم دیتے آپ فرمایا کرتے تھے کہ "سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری طرح عمل کیے بغیر کوئی شخص کامل نہیں ہو سکتا۔"

ہر لحظہ آپ کو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری طرح عمل پیرا رہنے کا خیال رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے چھ ماہ کے لیے بکریوں اریوڑ بھی چرایا تاکہ گلہ بانی جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے وہ بھی پوری کی

جائے۔ باقی زندگی کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔

عادات و خصائل

اپنے والد محترم کی حیات اقدس میں نہایت نازک ولطیف طبع رکھتے تھے نہایت مہذب الاخلاق تھے گویا تمام اوصاف حمیدہ آپ کی ذات میں جمع ہو گئے تھے۔ آپ جودوسخا کا گویا ایک منبع تھے کسی کی معمولی تکلیف برداشت نہ ہوتی۔ دوسروں کی حاجت اور ضرورت کو ہمیشہ اپنی حاجت اور ضرورت پر مقدم رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ موسم سرما کی راتوں میں اگر مہمان آتے اور ان کے پاس رات بسر کرنے کا سامان نہ ہوتا تو آپ اپنا بستر اور لحاف تک مہمانوں کو دے دیا کرتے تھے۔

سخاوت کا طریقہ ہمیشہ یہ تھا کہ اسے طشت از بام نہ ہونے دیتے تھے۔ اور نہ خود ظاہر کرتے تھے۔ بلکہ یہ معاملات اخفا میں رہتے۔ فرماتے تھے کہ سخاوت دونوں طریقوں سے ظاہر اور باطن کرنے کا حکم ہے لیکن ابن آدم سے اس امر کا خدشہ ہے کہ ظاہری سخاوت سے نفس انسانی فخر وتکبر اور نمود ونمائش میں پھنس نہ جائے اور اس طرح جو چیز محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہے اس میں ذاتی نمود کی خواہش شامل ہو جائے تو یہ سخاوت اجر کی بجائے ذریعہ عذاب بن جائے گی۔

بستانِ معرفت کا مصنف آپ کی سخاوت کا ایک واقعہ یوں درج کرتا ہے کہ حضرت خواجہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ دائم الحضوری کا سالانہ عرس قریب آ گیا۔ نقد وجنس کی صورت میں کوئی چیز عرس کے اخراجات کی کفالت کے لیے موجود نہ تھی۔ صرف ایک لنگی تھی۔ حاجی امام بخش کو یہ لنگی دی اور اسے لاہور سے فروخت کرآؤ تا کہ عرس مبارک کے اخراجات کے لیے کچھ رقم مل جائے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ لاہور پہنچے، لنگی فروخت کی۔ دو تین دن کے بعد حاضر خدمت ہوئے۔ صبح کا وقت تھا اور آپ نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد ابھی مصلیٰ پر ہی تشریف رکھتے تھے اور ایک سفید ریش بزرگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے حاجی امام بخش کو دیکھا تو فرمایا کہ حاجی امام بخش جو کچھ تم لائے ہو، ان شاہ صاحب کی نذر کر دو۔ حاجی امام بخش نے چار انگلیوں کا اشارہ کیا یعنی انہیں چار روپے دے دیئے جائیں؟ لیکن آپ نے فرمایا کہ ہرچہ آوردہ جملہ بدہ۔ یعنی جو کچھ تم لائے ہو سب کا سب دے دو۔

اس مرتبہ حاجی صاحب نے دس انگلیوں کا اشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ آیا دس روپے دے دیئے جائیں؟ اس پر آپ جلال میں آ گئے اور فرمایا کہ ہرچہ اوردہ جملہ نذر ایں شاہ صاحب بخفیہ طور کن۔ یعنی جو کچھ بھی تم لائے ہو سب کا سب خفیہ طور پر ان شاہ صاحب کی نذر کر دو۔ پھر آپ اس سائل سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ

مہمان نوازی

حضرت خواجہ حافظ عبدالرسول انتہائی درجے کے مہمان نواز تھے کہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ مہمان کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اور کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس مہمان کی حیثیت سے آیا وہ حقہ نوشی کا سخت عادی تھا لیکن اس مرد درویش کے سامنے احترام وعقیدت مانع تھے کہ وہ حقہ نوشی اور اس کی حاجت کا ذکر آپ سے کرتا۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد جب حسب عادت اسے حقہ نہ ملا تو اس کے پیٹ میں درد ہونے لگا اس کے باوجود اس نے حقہ طلبی کا ذکر نہ کیا۔ وہ مارے درد کے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

جب آپ نے دیکھا تو فوراً کشف سے معلوم کر لیا کہ اسے حقہ کی ضرورت ہے ان دنوں حقہ نوشی کا رواج عام نہ تھا۔ خال خال لوگ اس سے شغف رکھتے تھے خانہ بدوشوں کے گروہ شہر سے باہر اترے ہوئے تھے اور یہ تمام لوگ حقہ نوشی کے عادی تھے۔ آپ فوراً ان کے پاس گئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔

وہ لوگ آپ کو اپنے درمیان موجود پا کر حیران وششدر بھی تھے اور ان کی خوشی ومسرت کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے نہایت عاجزی اور ادب واحترام سے عرض کیا کہ حضور آپ تشریف لے چلئے میں ابھی حقہ تیار کر کے حاضر ہوتا ہوں۔

فرمایا وہ میرا مہمان ہے میں خود لے کر جاؤں گا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت یہ ناپاک چیز ہے آپ اسے ہاتھ نہ لگائیں۔ فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر حقہ تیار کروایا اور ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر حقہ پکڑا اور مہمان خانہ میں تشریف لے آئے۔ آہستہ سے دروازہ کھولا اور مہمان کی چارپائی کے قریب جا کر حقہ رکھ دیا پھر خود باہر نکل آئے۔

مہمان نے درد کے مارے کروٹ بدلی تو حقہ دیکھ کر سخت متعجب ہوا۔ پھر اٹھ کر حقہ نوشی میں لگ گیا۔ جب اس کی تسلی ہو گئی، درد جاتا رہا تو وہ سو گیا۔ حضور پھر دبے پاؤں اندر تشریف لائے، حقہ اٹھایا اور اسی خانہ بدوش کو واپس کر آئے۔

صبح مہمان حاضر خدمت ہوا تو آپ نے اس سے اس کا تذکرہ اشارۃً بھی نہ کیا تا کہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ اور نہ ہی مہمان نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ٥

موری دروازہ قصور شریف کے اندر ایک پٹھان کی دکان تھی۔ شہر کے اکثر بھنگ نوش اس کے پاس جمع ہوتے اور بھنگ کا دور چلتا تھا۔ ایک دن یہ لوگ بھنگ گھوٹ کر اسے چھان کر پینے کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ اتفاقاً حضرت خواجہ ثانی جو کہ درویشوں کے ہمراہ آستانہ عالیہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے ادھر سے گزرے، بھنگ نوشوں نے آپ کو دیکھا تو ادھر ادھر دوڑے کہ کہیں چھپ جائیں۔ اس بھگدڑ میں بھنگ کا برتن الٹ گیا۔

آپ نے سب کچھ دیکھا اور چند قدم آگے جا کر اپنے منشی حکیم خدا بخش سے فرمایا کہ ہماری وجہ سے ان لوگوں کا نقصان ہوا ہے لہذا انہیں چار آنے کے پیسے دے آؤ کہ یہ نیا برتن خرید لیں۔

لوگ متعجب ہوئے اور پوچھا کہ آپ حرام چیز میں بھی ان کی مدد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی اسے حرام سمجھتا ہوں لیکن ان لوگوں نے جو محنت کی تھی وہ محض میری وجہ سے رائگاں گئی ہے یہ چار آنے ان کی محنت کا معاوضہ ہے نہ کہ بھنگ کی قیمت۔

انکسار طبع

طبیعت فخر و مباہات سے بالکل پاک تھی۔ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ اپنی موجودگی یا عدم موجودگی میں اپنی تعریف و ستائش کو نہ صرف ناپسند فرماتے، بلکہ اس پر اظہار ناراضی کرتے۔

ایک مرتبہ مریدین نے آپس میں آپ کے روحانی مقام کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ قطب وقت ہیں۔ یہ بات کسی ذریعے سے آپ تک بھی پہنچ گئی۔ آپ نہایت خفا ہوئے اور اس مرید سے فرمایا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ حصول تعلیم کے لیے دور دراز سے طلباء آپ کے حلقہ درس میں آتے تھے اور فیض یاب ہوتے تھے۔ علم و فضل میں آپ کو زبردست مقام حاصل تھا۔ لیکن آپ نے کبھی یہ پسند نہیں فرمایا کہ شاگرد یا دوسرے لوگ آپ کی علیت اور قابلیت کا ڈھنڈورہ پیٹیں۔ حلقہ درس میں آپ کبھی کتاب ہاتھ میں نہ لیتے تھے۔ بلکہ شاگرد کتاب پڑھتا تھا اور آپ کمال طریقے سے مشکل مسائل کی تشریح فرماتے تھے آپ سلیس لفظوں میں اسی وضاحت فرماتے تھے کہ سامعین ناظرین مطمئن ہو جاتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِهٖ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ۝

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شاہ صاحب آپ کو ملنے کے لیے تشریف لائے آپ کا طریقہ دیکھ کر حیران ہوا۔ آپ کی سخاوت کا عالم یہ تھا جو کچھ آتا خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ مذکورہ شاہ صاحب نے دل میں سوچا کہ یہ عجیب طریقہ ہے سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں گھر کے لیے کچھ نہیں رکھتے۔ کم از کم کوئی ایسا سہارا تو ہونا چاہیے کہ

وقت پڑنے پر کام آئے۔شاہ صاحب ان خیالات میں گھرے ہوئے تھے اور خواجہ حافظ عبدالرسول ﷺ نے بذریعہ کشف ان کے دل کی کیفیت معلوم کر لی اور ایک درویش کو بھیجا کہ شاہ صاحب کو بلا لائے۔

درویش جب آپ کا پیغام لے کر شاہ صاحب کے پاس پہنچا تو وہ سمجھ گئے کہ دل کا اندیشہ حضرت خواجہ صاحب پر ظاہر ہو گیا ہے۔ڈرتے ڈرتے تشریف لائے آپ نے فرمایا:

شاہ صاحب کیا دنیا کی بہت خواہش ہے؟ فرمایئے آپ کو کتنی دولت درکار ہے؟ شاہ صاحب کے دل پر اس ارشاد کا بڑا گہرا اثر ہوا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے۔اب زبان کھولنے کا کسے یارا تھا۔یہ خاموشی دیکھ کر آپ نے مزید فرمایا: اگر آپ ہمارے نقشِ قدم پر چلتے رہیں گے تو دنیا کی کسی چیز کی کمی آپ کو کبھی محسوس نہ ہو گی۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مقاصد میں کامیاب کرے گا اور تمام حاجتیں پوری ہوتی رہیں گی۔

حضرت سید غلام حسین شاہ صاحب نے جب آپ کے ارشادات سنے تو اپ کی کیفیت ہی بدل گئی اور تمام اندیشہ ہائے دور دراز دل سے نکال دیئے اور پھر ہمیشہ کے لیے صرف توکل علی اللہ کو اپنا سہارا اور سرمایہ بنا لیا۔آپ کا معمول تھا کہ آپ چھ ماہ ایک بقال سے ادھار لیتے تھے اور چھ ماہ کے بعد اس کا حساب چکا دیتے تھے۔ایک مرتبہ اتفاق یہ ہوا کہ آپ اس کا حساب نہ چکا سکے۔وہ ہر روز آتا اور یاددہانی کرا کے واپس چلا جاتا۔خادم حافظ محمد خاں گوش گزار کر دیتے تھے آپ فرماتے کہ اللہ مسبب الاسبات ہے جلد کوئی انتظام کر دے گا۔

آخر بقال نے حافظ صاحب کو زیادہ تنگ کیا۔اس نے حضرت خواجہ ثانی ﷺ کی خدمت میں جلد ادائیگی کے لیے عرض کی۔آپ نے فرمایا کہ اچھا درویشوں سے کہو کہ خانقاہ کی زیارت کو چلے جائیں اور تم مسجد کا دروازہ بند کر کے میرے پاس آ جاؤ۔حافظ صاحب نے درویشوں کو آستانہ کی زیارت کے لیے بھیج دیا ور خود مسجد کا دروازہ بند کر کے حاضر خدمت ہوئے۔

آپ اس وقت کتب خانہ میں تشریف فرما تھے۔آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب ان کتابوں کو یہاں پڑے پڑے بہت عرصہ گزر گیا ہے گرد و غبار سے اٹی پڑی ہیں، کیا خیال ہے کہ انہیں صاف کر کے نہ رکھ دیں۔حافظ صاحب نے کہا، حضور ﷺ کا خیال مبارک درست ہے، ان کی صفائی ضروری ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ آؤ اوپر چڑھ کر کتابیں مجھے پکڑاتے جاؤ۔

حافظ صاحب اوپر چڑھ گئے اور کتابیں نیچے پکڑاتے گئے۔جب کتابیں ختم ہو گئیں تو آپ نے کھجور کے

خوشوں سے بنی ہوئی جھاڑو لا کر حافظ صاحب کو دی اور خود چادر تان کر باہر جا کر لیٹ گئے۔ ادھر حافظ صاحب نے جھاڑو دینا شروع کیا تو ساتھ ہی روپے گرنا شروع ہوئے حافظ صاحب کا ہاتھ تیزی سے چلنے لگا۔ روپے مینہ کی طرح برسنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے خوش طبعی سے فرمایا: حافظ صاحب تم نے روپے چھپا رکھے تھے، اگر پہلے ہی نکال دیتے تو کیا تھا۔ دولت جمع کر کے نہیں رکھنی چاہیے، اچھا اب بس کرو۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ روپے گرنا بند ہو گئے۔

حافظ صاحب نے اب روپے سمیٹنا شروع کیے اور ساتھ ہی ساتھ عرض کرتے جاتے تھے: یا حضرت ایک مرتبہ اور آپ نے فرمایا کہ کیا ابھی کسر باقی رہ گئی ہے؟ یہ سنتے ہی حافظ صاحب دوبارہ کارنس پر چڑھ گئے اور جھاڑو پھیرنے لگے اور روپے پھر گرنے لگے۔ آخر کار آپ نے حافظ صاحب کو روکا، روپوں کو ایک جگہ جمع کیا، دکاندار کا حساب چکایا۔ باقی رقم سے درویشوں کے لیے کپڑے اور دوسرا سامان خریدا۔ عام لنگر کے لیے حصہ الگ نکالا۔ دو گھڑے روپوں سے بھر کر سائلوں کے لیے رکھ دیئے۔ سائل آنے لگے۔ آپ براہ راست سائلوں کو کچھ نہ دیتے تھے، بلکہ یہ کام حافظ صاحب کے ذمے تھا۔ آخر میں صرف پانچ روپے باقی بچے۔

حافظ صاحب نے سوچا کہ صبح ان روپوں سے اپنے کپڑے خریدوں گا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ ایک سائل خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے حافظ صاحب کو آواز دی۔ حافظ صاحب سمجھ گئے کہ کوئی سائل آیا ہے۔ وہ دم سادھے پڑے رہے کہ اگر جواب دیا تو یہ پانچ روپے بھی گئے ہاتھ سے۔ آپ نے پھر آواز دی۔ حافظ صاحب باہر نکلو۔ ناچار حافظ صاحب کو باہر آنا پڑا آپ نے فرمایا جو کچھ پاس ہے اس سائل کو دے دو۔ حافظ صاحب نے آخری پانچ روپے بھی سائل کی نذر کر دیئے۔ پھر فرمایا:

حافظ صاحب خدا کارساز ہے۔ تمہارے کپڑے بھی بن جائیں گے۔ اگلے روز ایک شخص آیا اور حافظ صاحب کے کپڑے بنوا کر دے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

لِلہ شریف میں پانی کی قلت تھی۔ لوگ تالابوں کا پانی استعمال کرتے تھے۔ بارش نہ ہوتی تو لوگ پیاس سے بے تاب ہو جاتے۔ حضرت مولانا غلام نبی للہی ؒ کے والد حضرت قاضی غلام حسین صاحب ؒ ایک کنواں کھدوانا چاہتے تھے لیکن اس سب جگہ کا پانی کڑوا تھا۔ حضرت مولانا علام نبی للہی ؒ، حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری ؒ کی وفات کے بعد قصور شریف میں آپ کے مزارِ پُرنور پر معتکف تھے۔ قاضی غلام حسین صاحب ؒ نے انہیں پیغام بھجوایا کہ وہ اعتکاف کے دوران حضرت خواجہ قصوری ؒ سے پوچھیں کہ ہم کنواں کھدوانے کا ارادہ رکھتے ہیں، کیا حکم

ہے۔ پانی میٹھا آئے گا یا نہیں؟

حضرت مولانا غلام نبی للہی ؒ نے اپنے خلیفہ اجمل اور صاحب کشف حافظ فضل محمد ؒ صاحب سے کہا کہ حضرت خواجہ صاحب ؒ سے عرض کریں۔ انہوں نے تھوڑی دیر مراقبہ کیا ور پھر کہا کہ حضرت خواجہ صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ پانی شیریں آئے گا۔

لاہور میں ذیلداروں کے خاندان کا ایک شخص میاں امام الدین آپ کے مخلص مریدوں میں سے تھا۔ ایک مرتبہ آپ اس کے پاس لاہور تشریف لے گئے جب اچھرہ کے قریب پہنچے تو اس مسجد میں سے جہاں آج کل دارالعلوم فتحیہ ہے گزرتے ہوئے آپ نے دیکھا کہ مسجد میں سے ایک کتیا اپنے بچوں سمیت باہر نکل رہی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ کو بے حد تکلیف ہوئی کہ خانہ خدا کے متعلق لوگ اس قدر بے پرواہ ہیں۔ واپسی پر جب پھر اسی راستے سے گزر ہوا تو فرمایا کہ مجھے اس جگہ نور نظر آتا ہے یہاں خدا کا نور برسے گا۔ آپ یہ بشارت سچ ثابت ہوئی۔

میاں امام الدین کا ایک صاحبزادہ حافظ محمد صاحب مرحوم نے اس مسجد میں اپنے نام پر دارالعلوم فتحیہ جاری کیا اور یہ درس آج بھی جاری ہے۔ حافظ صاحب کی بصارت نہ تھی لیکن صاحب کشف بزرگ تھے اور بڑی ادق کتابیں طلبا کو پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کو تمام مروجہ علوم پر پوری دسترس حاصل تھی اور اس وقت کے مشائخ عظام جن میں میاں شیر محمد شرقپوری ؒ، حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ توکلی ؒ جو کہ حضرت سائیں توکل شاہ ؒ انبالوی کے خاص خلفا میں سے تھے۔ آپ کے پاس فیضان نظر کے لیے حاضر ہوتے تھے حضرت حافظ فتح محمد صاحب مرحوم کو جو کچھ حاصل ہوا۔ وہ حضرت خواجہ ثانی صاحبزادہ سید عبدالرسول ؒ کے فیضانِ نظر کا نتیجہ تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

مولوی غلام علی امرتسری آپ کے بہنوئی بھی تھے اور شاگرد بھی۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے اور علاج کے لیے امرتسر گئے۔ اس دور میں وہاں غزنوی کے علماء کا دور دورہ تھا۔ وہاں انہوں نے ان علماء کے اثر کے تحت اپنا عقیدہ بدل دیا۔ واپسی پر قصور شریف تشریف لائے تو رنگ ہی بدلا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ ثانی ؒ کے خوف اور ڈر سے اپنے عقیدے کا برملا اظہار نہیں کرتے تھے لیکن اندرونِ خانہ انہوں نے اپنے عقیدے کی تبلیغ واشاعت کا کام شروع کر دیا تھا۔

یہ خبر آپ کے کانوں تک بھی پہنچی۔ آپ کو سخت رنج ہوا۔ آپ کی ناراضی کے سبب وہ قصور شریف میں نہیں رہ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مستقل رہائش امرتسر میں اختیار کی اور دوسری شادی کرلی۔

اتفاقاً ایک رور حضرت خواجہ حافظ عبدارسول ؒ کسی کام کی غرض سے قصور شریف سے باہر کہیں تشریف لے

گئے۔ قصور شریف میں مولوی غلام علی کے ہم عقیدہ لوگوں نے انہیں پیغام بھیجا کہ قصور شریف تشریف لایئے، حضرت خواجہ ثانی موجود نہیں ان کی عدم موجودگی میں شہر کی جامع مسجد میں ایک تقریر ہو جائے۔

مولوی صاحب فوراً قصور شریف پہنچے دریں اثنا حضرت خواجہ ثانی ﷺ بھی قصور شریف تشریف لے آئے تھے لیکن لوگوں کو آپ کی واپسی کا علم نہ تھا۔ مولوی غلام علی کی آمد اور وعظ کے متعلق منادی ہو چکی تھی۔ وہ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھنے ہی والے تھے کہ حضرت خواجہ ثانی مسجد میں پہنچ گئے۔ اور فرمایا کہ لوگو! یہ بتاؤ کہ یہ شخص کس کی اجازت سے یہاں آیا ہے؟

آپ اس وقت نہایت جلال میں تھے۔ مجلس کا رنگ ہی بدل گیا اور مولوی غلام علی صاحب منبر سے نیچے اتر آئے اور بلانے والوں کی نیت پر شک کرتے ہوئے انہیں برا بھلا کہا اور یہ بھی کہنے لگے کہ اب میں اس وقت قصور شریف آؤں گا جب عبدالرسول فوت ہو جائے گا۔

یہ بات جب آپ کے کانوں تک پہنچی تو فرمایا کہ ہمارا ایک پیغام بھی اس تک پہنچا دو کہ بے شک فقیر تمہاری زندگی میں ہی اس دنیا سے رحلت کر جائے گا لیکن، یاد رکھنا کہ جس وقت تو سنے گا کہ عبدالرسول مر گیا ہے تو تیرے ہاتھ پاؤں جس جگہ ہوں گے وہیں جڑ جائیں گے اور ان میں حرکت کی سکت باقی نہیں رہے گی اور تم میں چلنے پھرنے کی جو طاقت ہے وہ سلب کر لی جائے گی۔

چنانچہ جن دنوں حضرت خواجہ ثانی حافظ عبدالرسول ﷺ کا انتقال ہوا، ان دنوں قصور شریف کی کئی عورتیں شادی بیاہ کا سامان خریدنے امرتسر گئی ہوئی تھیں۔ مولوی غلام علی چونکہ قصور شریف میں رہ چکے تھے اس لیے ان سے جان پہچان کے سبب یہ عورتیں انہیں کے یہاں ٹھہری ہوئی تھیں۔ دریں اثنا مولوی صاحب کا لڑکا ایک تار لیے ہوئے آیا اور مولوی صاحب کو بتایا کہ

ابا جان مبارک ہو! قصور شریف میں آپ کا دشمن اور بدعتی عبدالرسول مر گیا ہے۔ یہ پیغام قصور شریف سے مولوی صاحب کے حواریوں نے بھیجا تھا۔ ان عورتوں نے سنا تو انہیں صدمہ ہوا۔ اور رونے لگیں لیکن مولوی صاحب کے گھر میں خوشی و مسرت کا سماں پیدا ہو گیا اور وہ قصور شریف جانے کی تیاریاں کرنے لگے اور پگڑی باندھنے کے لیے قدِ آدم آئینے کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ ابھی پگڑی کا ایک دو پیچ ہی باندھا تھا کہ جہاں ہاتھ تھے وہیں کے وہیں رہ گئے۔ پاؤں اور ہاتھوں سے حرکت کی قوت ختم ہو گئی۔ وہ گھر جو حضرت خواجہ ثانی کی وفات کی خبر سن کر نشاط گاہ بنا ہوا تھا لمحہ بھر میں ماتم کدہ بن کر رہ گیا اور آہ و بکا کی آوازیں آنے لگیں اور اس طرح آپ کا فرمان درست ثابت ہوا۔

گفتہ	او	گفتہء	اللہ	بود
گرچہ	از	حلقوم	عبداللہ	بود

اللھم صل علی سیدنا ومولنا محمد و عترتہ بعدد کل معلوم لکo

موضع کلچیاں کا سردار لکھا ڈوگر آپ کا مخلص مرید تھا۔سکھوں کا دورِ حکومت تھا۔وہ اسے ناحق کسی مقدمے میں ملوث کرنے کے بعد گرفتار کر کے لے گئے۔اور اسے سزائے موت کا حکم سنا دیا۔سردار لکھا ڈوگر کو کسی طرح حضرت خواجہ ثانی کی طرف پیغام بھیجنے کا موقع مل گیا۔آپ نے اسے کہلا بھیجا کہ اڈہ بھنیری ساون آیا کا ورد کرتا رہے۔ اس نے حسب الارشاد وظیفہ جاری رکھا۔ساتھیوں نے سنا تو اس کا مذاق اڑایا لیکن چند دنوں کے بعد وہ بری ہو گیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَo

ایک مرتبہ گورداسپور سے چند اشخاص آپ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔جب قصور شریف سے ایک میل دور رہ گئے تو ایک جگہ ستانے بیٹھے۔ایک کہنے لگا کہ میں حضرت خواجہ ثانی کو جب ولی تسلیم کروں گا کہ آپ مجھے خاص قسم کی ٹوپی عنایت فرمائیں دوسرا بولا کہ میں جب آپ کو ولایت کا قائل ہوں گا جب آپ مجھے میٹھی اور گوشت کا سالن کھلائیں۔تیسرا بولا اگر آپ میرے دل کا مقصد جان کر پورا کر دیں تو میں آپ کو ولی تسلیم کر لوں گا۔چوتھا کہنے لگا کہ میں حج کی نیت رکھتا ہوں۔اگر آپ میری یہ خواہش پوری کر دیں تو میں سمجھوں گا کہ واقعی آپ ولی ہیں۔آپ کو بذریعہ کشف ان کا آمد کا حال معلوم ہوا تو ایک خادم کو بھیجا کہ شہر کے باہر جا کر ان چاروں اشخاص سے کہے کہ تم جس کو ملنے آئے ہو وہ تمہیں بلا رہا ہے۔

جب خادم نے جا کر انہیں یہ پیغام دیا تو وہ ششدر رہ گئے۔اور فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے آپ نے ٹوپی والے کو اس کی منشا کے مطابق ٹوپی دی۔پھر کھانے والے کو اس کی خواہش کے مطابق کھانا کھلایا۔پھر جس نے دل کا مقصد جاننے اور پورا کرنے کی شرط رکھی تھی اس کا مقصد بیان فرمایا اور اسے پورا بھی کر دیا۔پھر حج کرنے کی خواہش رکھنے والے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میرے حجرے میں جا کر قبلہ رو ہو کر بیٹھ جاؤ۔جو چیز تمہارے سامنے لا کر رکھی جائے کھا لینا لیکن چیز لانے والا نظر نہیں آئے گا اس لیے ڈرنا نہیں اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی حرکت کرنا۔اس نے آپ کے کہنے پر عمل کیا۔کھجوریں، ستو اور پانی وغیرہ جو کہ بالعموم عربوں کی غذا ہے اس کے سامنے رکھا گیا۔اس نے یہ چیزیں کھائیں اور حجرے سے باہر نکل آیا آپ نے پوچھا اب بتاؤ تمہارے دل میں حج

کی خواہش ہے؟

اس نے جواب دیا کہ اب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حج تیرے نصیب میں نہیں ہے۔ یہ دانہ پانی جو بھی تُو نے حجرے میں کھایا ہے تیرے نصیب میں تھا اور تجھے بلا رہا تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ٥

نواب جلال الدین والی ریاست ممدوٹ وجلال آباد آپ کا بے حد مخلص مرید اور معتقد تھا اس کے یہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اولاد کے لیے دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے دعا فرمائی اور لڑکے کا نام بھی تجویز کر دیا کہ اس کا نام نظام الدین رکھا جائے۔ لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام نظام الدین رکھا گیا جب اس کی عمر پانچ سال ہوئی۔ تو نواب صاحب پھر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ غلام زادہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم بھی آپ ہی ادا فرمائیں۔

آپ نے نواب صاحب کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور ریاست ممدوٹ تشریف لے گئے۔ نواب صاحب نے شاہانہ انداز میں آپ کا استقبال کیا اور غایت درجہ کی عقیدت مندی کا اظہار کیا۔ آپ نے نواب صاحب کے لڑکے کی رسم بسم اللہ ادا کی۔ اس موقع پر نواب صاحب نے بے شمار نقد اور جنس آپ کی نذر کی۔ اس میں کئی گاؤں اور جاگیریں لنگر کے خرچ کے لیے وقف کر دیں۔ آپ نے بجز ایک گھوڑی چند پارچات اور ایک پونڈ کچھ قبول نہ فرمایا۔

کچھ عرصہ بعد نواب صاحب پھر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ اپنے خدام میں سے ایک خادم ایسا عنایت فرمائیں جو دیانت دار اور مخلص ہو، تا کہ میری تمام ریاست کی دیکھ بھال کر سکے۔

آپ نے فرمایا نواب صاحب ہم آپ کو اپنا انتہائی معتمد خادم دیتے ہیں۔ ہمیں اس پر غایت درجے کا اعتماد ہے اور ہمارے لنگر کا سارا کاروبار اسی کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے اسی وقت مولوی خوشی محمد صاحب کو طلب فرمایا اور نواب صاحب کے سپرد کیا۔ مولوی خوشی محمد صاحب موگھووال گجرات کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد محترم میاں کریم بخش صاحب کی قبر حضرت خواجہ حافظ عبدالرسولؒ کے مزار پر انوار کے عین قدموں میں ہے۔ میاں صاحب حضور کے عاشق صادق غلام تھے۔ وضو اور غسل کی خدمت ان کے سپرد تھی۔

مولوی خوشی محمد صاحب نے آپ ہی سے علم دین پڑھا تھا اور آپ کی ذات اقدس سے بیعت کا شرف بھی حاصل تھا۔ وہ بڑے مودب دانا اور زمانے کے گرم سرد کو خوب سمجھتے تھے۔ خواجہ ثانیؒ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے نواب صاحب کے ساتھ بڑے اچھے دن گزارے۔

مولوی صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ آپ ساری زندگی قصور شریف کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں سوئے اور نہ ہی اپنے سامنے کسی کو ایسا کرنے دیتے تھے۔ حضرت خواجہ ثانی کی جو محبت اور عشق آپ کے دل میں تھا اس کا یہ بڑا اور واضح ثبوت ہے۔ حضرت خواجہ ثانی ﷫ کے وصال کے بعد آپ کے نواسہ حضرت حافظ سید محمد شاہ صاحب قصوری کی تعلیم و تربیت پر جو کچھ خرچ ہوتا تھا وہ مولوی صاحب مرحوم کی کارکردگی، خدمت گزاری اور حضرت خواجہ ثانی سے عقیدت مندی کے باعث نواب آف ممدوٹ نظام الدین کی طرف سے ہوتا تھا۔ وہ دستاویز اور طلائی سند جس سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے اس وقت بھی اس فقیر کے پاس موجود ہے۔

مولوی صاحب موصوف کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی صرف ایک صاحبزادی تھی جن کی اولاد سے اب بھی بفضل خدا نسل جاری ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ٥

ایک مرتبہ آپ کو لنگر کے لیے گندم کی ضرورت پڑی۔ قصور شریف کے ایک ہندو سیٹھ کے پاس گندم کا ذخیرہ تھا۔ آپ نے روپے دے کر گندم لینا چاہی لیکن ذخیرہ اندوز سیٹھ نے انکار کر دیا۔ آپ نے سنا تو سیٹھ کے متعلق ناراضی کا کلمہ زبان سے نکل گیا دوسرے روز قصور شریف میں اس قدر بارش ہوئی کہ اکثر مکانات گر گئے۔ قصور شریف کی اکثر خواتین نے مکانات گرنے کے باعث آپ کے گھر میں پناہ لی۔ آپ مسجد سے گھر تشریف لائے گھر میں اس قدر خواتین کو دیکھا تو فرمایا آج تو اللہ میاں نے تمام رشتہ دار ہمارے گھر میں اکٹھا کر دیئے ہیں۔ جن میں بیٹیاں بھی ہیں بہنیں بھی، مائیں بھی ہیں اور خلائیں بھی۔

پھر خادمہ مائی جیواں سے فرمایا کہ ان مہمانوں کے لیے کھانے کا بھی کچھ انتظام ہے؟ اس نے عرض کی یا حضرت ایک مٹکا آٹے کا اور کچھ دال موجود ہے۔ آپ نے بسم اللہ کر کے پکانے کا حکم دیا۔ کھانا تیار ہوا، بارش تھم گئی۔ تمام مستورات اپنے اپنے گھروں کو جانے لگیں تو آپ نے دروازے پر کھڑے ہو کر سب کو حسب مراتب کپڑے دیئے، بارش نے سیٹھ کا مزاج درست کر دیا گندم کا تمام ذخیرہ پانی میں بہہ گیا اور مکانات گر گئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ٥

حافظ محمد خاں مرحوم آپ کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھے حضرت خواجہ ثانی قصوری کی وفات حسرت آیات کے بعد ان پر ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ایک مقدمہ بن گیا۔ خود حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ "مجھے اس وقت

حضرت خواجہ ثانی کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ مشکل وقت میں اپنے پیر کو مدد کے لیے پکارنا چاہیے۔

بقول مولانا روم

دستِ	پیراز	غائبانہ	کوتاہ نیست
دستِ	اوجز	قبضہ	اللہ نیست

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر پیر کا وصال ہو چکا ہو تو بھی وہ اپنے پکارنے والے کی مدد کرتے ہیں۔

حافظ محمد خاں کہتے ہیں کہ میں نے بھی اس آڑے وقت میں حضرت خواجہ ثانی کو مدد کے لیے پکارا کہ یا خواجہ! مدد کو پہنچئے! جب میں عشاء کی نماز پڑھ کر سو گیا تو آپ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔

حافظ صاحب کیا سورہ مزمل کے پڑھنے کا طریقہ بھول گئے، اٹھو اور پڑھو۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں فوراً بیدار ہوا۔ آپ کے تعلیم کیے ہوئے طریقے کے مطابق سورہ مزمل شریف پڑھنے لگا۔ چند راتیں ہی گزری تھیں کہ خواب میں پھر حضور کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی رہائی ہو جائے گی۔ رہا ہونے کے بعد شہر سے باہر چلے جانا۔ وہاں ایک مجذوبہ ایک گھوڑا لیے کھڑی ہوگی۔ اسے اشارہ سے بلانا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر کو چل پڑنا۔ اپنے شہر پہنچ کر گھوڑے کو شہر سے باہر ہی چھوڑ دینا اور خود گھر چلے جانا۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے صبح اپنے ساتھیوں کو اس بشارت سے آگاہ کیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہماری رہائی کا پروانہ آ گیا۔ ٹھیک آپ کے حکم کے مطابق ایک عورت گھوڑا لیے کھڑی نظر آئی۔ اس پر سوار ہو کر میں گھر پہنچا اور گھوڑے کو شہر سے باہر ہی چھوڑ دیا۔

آپ نے اپنی وفات سے مکمل ایک سال قبل ہی اپنی رحلت کا ذکر فرما دیا تھا اکثر و بشیتر دوست احباب، عقیدت مند اور مریدین جو عرس شریف پر حاضر تھے سب کو وعظ و نصیحت کر کے رخصت فرمایا اور کہا یوں نظر آتا ہے کہ آئندہ سال شاید تمہاری ملاقات میسر نہ ہوگی۔ اس وقت تم میں سے بعض حاضر ہیں اور بعض موجود نہیں۔ تم سب کو چاہیے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اور شیطان کی اتباع نہ کرو۔ پھر ہر ایک سے معانقہ کرتے اور رخصت فرماتے۔ اور پھر اس کے ٹھیک ایک سال بعد آپ اس عالم فانی سے جاودانی کو سدھارے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِهٖ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ ۝

وفات

وفات حسرت آیات سے قبل فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضا سے ہمیں بھی وہی مرض لاحق ہوا ہے

جو والد ماجد کو تھا۔ پھر اس مرض کی کیفیات بیان فرماتے کہ بظاہر اس بیماری کی کوئی علامت نہ تھی۔ وفات کے بعد لوگ خیال کرتے تھے کہ شاید سکتہ ہو گیا ہے۔ بیماری کی کوئی علامت بھی نظر نہ آتی تھی۔

دراصل وفات سے قبل آپ کا کلمہ مرض ارشاد فرمانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں تھا، تاکہ لوگ اس فوری وصال اور مرگ کو مرگ مفاجات خیال نہ کرنے لگیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نعوذ باللہ من موت المفاجات یعنی ہم مرگ مفاجات سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

مرگ مفاجات کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی عیش ونشاط میں انسان غرق ہو، اور موت آن لے اور مرنے والا رجوع خداوندی اور توبہ سے محروم رہ جائے، ورنہ شہدا کی وفات کو جو بغیر کسی مرض کے ہوتی ہے مرگ مفاجات کا اطلاق ہوگا۔

آپ کی وفات ۲۱ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ کو ۵۹ سال کی عمر میں ہوئی یہ شنبہ کا دن تھا۔ ماہ محرم الحرام کے شروع سے ہی خالق ارض وسما کے خبردار کرنے کے سبب آپ نے دو وقت کا کھانا ترک کر دیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آپ روزہ سے ہیں۔ وصال سے گیارہ روز قبل عاشورہ کے دن خادموں اور طالب علموں کے ہمراہ خانقاہ شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور خانقاہ شریف سے رخصت ہوتے وقت اس جگہ پر جہاں اس مظہر کرامات بے انتہا کا مرار فیض آثار ہے لیٹ گئے اور فرمایا کہ یہ جگہ نہایت عمدہ اور مناسب ہے۔ خادموں میں سے ایک نے خدمتِ عالیہ میں عرض کیا کہ حضور یہاں اس طرح لیٹنے کا کیا سبب تھا؟ جواب دیا کہ:

اس طرح دراز ہونے کا راز اسی ماہ ظاہر ہو جائے گا۔ آپ کے جلال اور ہیبت کے سبب پھر کسی کو جرأت گفتار نہ ہوئی اور سب مہر بہ لب رہے۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ سفر ہو یا حضر جمعہ کے روز وعظ ضرور فرمایا کرتے تھے کہ یہ بھی سنت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آخری جمعہ کے روز منبر پر چڑھے، تو رنگ ہی اور تھا۔ دنیا کے اس عارضی قیام کا نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ منزل قریب آ چکی تھی۔ اب چل چلاؤ کا وقت تھا۔ چاہتے تھے کہ عقیدت مندوں، مریدین اور عوام الناس کو بھی اس دنیائے فانی کی حقیقت سے آگاہ کریں اور ان کے دل معبود حقیقی کی طرف پھیر دیں۔

چنانچہ اس روز وعظ کا موضوع مولانا رومؒ کی وفات تھی۔ ان کی وفات اور نماز جنازہ کی تفصیل بیان فرمائی، گویا یہ اپنی وفات کی طرف واضح اشارہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ بظاہر دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں لیکن وہ مر کر بھی نہیں مرتے، وہ اپنے دوستوں اور محبوں کی امداد کے لیے موجود ہوتے ہیں اور پکارنے والوں کی آوازیں سنتے ہیں۔

جو والد ماجد کو تھا۔ پھر اس مرض کی کیفیات بیان فرماتے کہ بظاہر اس بیماری کی کوئی علامت نہ تھی۔ وفات کے بعد لوگ خیال کرتے تھے کہ شاید سکتہ ہو گیا ہے۔ بیماری کی کوئی علامت بھی نظر نہ آتی تھی۔

دراصل وفات سے قبل آپ کا کلمہ مرض ارشاد فرمانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں تھا، تاکہ لوگ اس فوری وصال اور مرگ کو مرگ مفاجات خیال نہ کرنے لگیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نعوذ باللہ من موت المفاجات یعنی ہم مرگ مفاجات سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

مرگ مفاجات کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی عیش ونشاط میں انسان غرق ہو، اور موت آن لے اور مرنے والا رجوع خداوندی اور توبہ سے محروم رہ جائے، ورنہ شہدا کی وفات کو جو بغیر کسی مرض کے ہوتی ہے مرگ مفاجات کا اطلاق ہوگا۔

آپ کی وفات ۲۱ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ کو ۵۹ سال کی عمر میں ہوئی یہ شنبہ کا دن تھا۔ ماہ محرم الحرام کے شروع سے ہی خالق ارض وسما کے خبردار کرنے کے سبب آپ نے دو وقت کا کھانا ترک کر دیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آپ روزہ سے ہیں۔ وصال سے گیارہ روز قبل عاشورہ کے دن خادموں اور طالب علموں کے ہمراہ خانقاہ شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور خانقاہ شریف سے رخصت ہوتے وقت اس جگہ پر جہاں اس مظہر کرامات بے انتہا کا مزار فیض آثار ہے لیٹ گئے اور فرمایا کہ یہ جگہ نہایت عمدہ اور مناسب ہے۔ خادموں میں سے ایک نے خدمتِ عالیہ میں عرض کیا کہ حضور یہاں اس طرح لیٹنے کا کیا سبب تھا؟ جواب دیا کہ:

اس طرح دراز ہونے کا راز اسی ماہ ظاہر ہو جائے گا۔ آپ کے جلال اور ہیبت کے سبب پھر کسی کو جرأت گفتار نہ ہوئی اور سب مہر بہ لب رہے۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ سفر ہو یا حضر جمعہ کے روز وعظ ضرور فرمایا کرتے تھے کہ یہ بھی سنت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آخری جمعہ کے روز منبر پر چڑھے، تو رنگ ہی اور تھا۔ دنیا کے اس عارضی قیام کا نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ منزل قریب آچکی تھی۔ اب چل چلاؤ کا وقت تھا۔ چاہتے تھے کہ عقیدت مندوں، مریدین اور عوام الناس کو بھی اس دنیائے فانی کی حقیقت سے آگاہ کریں اور ان کے دل معبود حقیقی کی طرف پھیر دیں۔

چنانچہ اس روز وعظ کا موضوع مولانا رومؒ کی وفات تھی۔ ان کی وفات اور نماز جنازہ کی تفصیل بیان فرمائی، گویا یہ اپنی وفات کی طرف واضح اشارہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ بظاہر دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں لیکن وہ مر کر بھی نہیں مرتے، وہ اپنے دوستوں اور محبوں کی امداد کے لیے موجود ہوتے ہیں اور پکارنے والوں کی آوازیں سنتے ہیں۔

وفات سے صرف تین روز قبل آپ نے اپنے دستِ مبارک سے خلفاء کو مکتوب تحریر کیے اور لکھا کہ:
کار حیات فقیر با لاخر رسید، چند روز مہلت است۔ یعنی اس فقیر کی زندگی کا معاملہ آخر کو پہنچ گیا ہے اور چند روز کی مہلت ہے۔ وفات سے قبل آپ نے حضرت خواجہ سید غلام حسین شاہؒ کو جو آپ کے داماد تھے اور آپ کے سجادہ نشین ہوئے، ان کے بڑے بھائی کی شادی پر بھیجا تھا۔ ان کا نام امیر حسین شاہؒ تھا۔ حضرت سید غلام حسین شاہ صاحب کا شادی میں شامل ہونے کا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن خواجہ ثانیؒ نے انہیں مجبور کیا کہ وہ شادی میں ضرور شامل ہوں۔

وفات سے تقریبا دو ماہ قبل کثرتِ بارش کے سبب ایک روز کے لیے بھی اپنے گھر مبارک سے قدم باہر نہ رکھا۔ آپ کے نواسے حضرت خواجہ حافظ سید محمد شاہ صاحب نماز ظہر کے بعد آپ سے کتاب صفوۃ المصادر پڑھا کرتے تھے۔ وہ بوستان معرفت میں لکھتے ہیں کہ وفات سے تقریباً دو ماہ قبل جب کہ آپ نے کثرتِ بارش کے سبب گھر سے نکلنا ترک کر دیا تھا۔ ایک گھر میں حاضرین مجلس میں سے کسی نے پوچھا کہ اس صاحبزادہ کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا کہ تقریباً گیارہ سال۔ اور پھر فرمایا الحمد اللہ کہ اس فقیر کو اپنے جدِ شریف کی سنت حاصل ہوئی ہے یعنی خصرت قبلہ عالم حضرت شیخ محمدؒ کی وفات کے وقت ان کے نواسے جناب سید احمد شاہ صاحب کی عمر بھی گیارہ سال تھی۔

وفات سے تین روز قبل آپ نے تین مکتوب لکھے ان میں سے ایک خط حضرت خواجہ مولانا غلام نبی للہی کے نام، دوسرا خط حضرت حافظ مصطفیٰ صاحب کے نام، یہ آپ کے ہم مکتب تھے اور تیسرا خط ساہیوال ضلع شاہ پور میں اپنے ایک عزیز کو لکھا تھا۔

۲۰ محرم الحرام کو آپ نے طلباء کو با قاعدہ درس دیا اور چاشت کے وقت تمام طلبا اور خدام سے فرمایا کہ ہم نے اب سفرِ آخرت کا ارادہ کر لیا ہے اب صرف ایک رات گھر میں رہیں گے لہذا تم اس امر سے آگاہ اور خبر دار رہو۔ اس کے بعد مسجد شریف کے صحن میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ "اے خانہ خدا! فقیر نے ایک مدت تک یہاں قیام کیا اور اس ذاتِ لاشریک کی عبادت کی۔ اب آخری وقت آن پہنچا ہے۔ تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ تجھ سے وداع و رخصت ہوتے ہیں" پھر مسجد کے کنویں کی طرف متوجہ ہوئے اور رخصتی کلمات کہے۔ پھر فرمایا کہ خداوند کریم اپنے فضل عمیم سے اس مسجد کو قیامت تک کے لیے آباد رکھے گا۔ آپ کے مسجد سے رخصت ہونے کے منظر کو حضرت حافظ خواجہ سید محمد قصوریؒ نے ان الفاظ میں شعر کا جامہ پہنایا ہے۔

چوں حامیِ شریعتِ احمد وداع کرو

بیت الصلوٰۃ رابخرو شید آسماں
مگیر یستند ارزن و سما برو داع او
کہ تہی قصور شد از فضل بیکراں

یعنی: جب احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے حامی نے مسجد کو الوداع کیا تو آسمان شور کرنے لگا، اور اس کے وداع سے زمین وآسمان گریہ کرنے لگے کہ اب قصور شریف اللہ پاک کے بے انتہا فضل وکرم سے خالی ہوگیا۔ اس کے بعد آپ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ نواب آف ممدوٹ سے آپ کو ایک گھوڑی نذر میں دی تھی۔ اس گھوڑی پر سوار ہوئے اور شہر کی جانب روانہ ہوگئے۔ یہ کام آپ کے عادت مبارک کے بالکل خلاف تھا۔ کیونکہ جب آپ سواری فرماتے تھے تو شہر کے باہر باہر رہا کرتے تھے اور جب بازار سے گزرنا ہوتا تھا تو رخ انور پر کپڑا ڈال لیتے تھے اور جلدی جلدی گزر جاتے تھے لیکن اس روز بازار کے راستے تشریف لے گئے اور موتیوں کی طرح چمکتا ہوا چہرہ بے نقاب تھا اور تمام مخلص اور اہل محبت نے آپ کے رخ انور کی زیارت کی۔ اس سے مطلب یہ تھا کہ کوئی مخلص زیارت سے محروم نہ رہ جائے اور پھر رحلت کے بعد کف افسوس نہ ملے۔

جب گھر پہنچے تو گھوڑی سے نیچے اترے اور گھوڑی کے بدن پر ہاتھ پھیرا، اور فرمایا کہ اے گھوڑی! اب تجھ پر شاہ صاحب سواری کریں گے۔ ہم رخصت ہوتے ہیں۔ پھر تمام ساتھیوں کو رخصت کیا اور خود دولت خانہ کے اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس قدر بھاری جسم کا یہاں سے اترنا مشکل ہوگا۔

پھر فرمایا کہ جس خدائے پاک نے آج تک تکلیف نہیں دی وہ اللہ اس وقت بھی تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔ یہ سن کر خادموں نے عرض کی کہ حضور آپ تو بالکل تندرست ہیں یہ کیا ارشاد فرما رہے ہیں۔ اس کے جواب میں اس مردِ خداست نے کہ وہ واقفِ اسرار تھا، فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مزاج کی خیریت کل ظاہر ہوجائے گی۔

پھر ارشاد فرمایا کہ آج شب رحمتِ خداوندی کے دروازے کھلے ہوئے ہیں مگر صرف غریب غرباء کی بخشش ہو رہی ہے۔ اس وقت مسمی نظام الدین درویش حاضر خدمت تھا۔ آپ نے اسے موضع للیانی بھیجا کہ وہاں سے میاں روشن کو بلا لائے۔ میاں روشن عصر کے وقت حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ فقیر نے تجھ سے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ آج نصرت خداوندی سے پورا ہو رہا ہے۔ میاں روشن نے دست بستہ عرض کی حضور اس طلبی اور وعدہ ایفائی کی حقیقت کیا ہے؟

فرمایا۔ میاں روشن تم نے موضع رام داس ضلع امرتسر کے سفر کے دوران ایک مرتبہ غسل سے فارغ ہونے

کے بعد فقیر سے گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم نے میرے والد ماجد کی بہت عرصہ تک خدمت کی لیکن تمہیں والد مکرم کے نماز جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل نہ ہوسکی اور اس کی حسرت آج تک تمہارے دل میں کسک پیدا کر رہی ہے۔ پھر تم نے کہا تھا کہ تم میری خدمت میں بوڑھے اور سفید ریش ہو گئے اور دعا کرتے ہو کہ تمہاری وفات میری زندگی میں ہو لیکن خدانخواستہ اگر ایسا نہ ہوا تو میں تمہیں اپنے آخری وقت میں زیارت کا فیض بخشوں، بس یہی وعدہ ہے جو میں آج پورا کر رہا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ انشاء اللہ ہر صورت میں یہ فقیر تمہیں اپنے آخری وقت میں اطلاع دے گا۔ اب وہ وقت آن پہنچا ہے لیکن ابھی کسی کو اس بات سے آگاہ نہ کرنا، تاکہ گھر والے اور دوست واحباب گھبرا نہ جائیں اور گریہ و بکا نہ کریں۔

حافظ اللہ بخش صاحب نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد اس دریائے جود و سخا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور نے اپنے نواسہ حضرت صاحبزادہ حافظ خواجہ سید محمد شاہ کو بھی بلایا۔ ان کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ حافظ صاحب کو نصیحت فرمائی کہ اس وقت ہمارے پاس مبلغ یک صد روپیہ موجود ہے۔ ہماری تجہیز و تکفین کے بعد جو بچے اسے راہ خدا میں صدقہ کر دینا۔

اس وقت علاقہ کے چند زمیندار حاضر ہوئے اور اپنے کسی مقصد کے لیے دعا کے طالب ہوئے۔ آپ نے دعا فرمائی اور وہ چلے گئے۔ اس تمام رات بارش ہوتی رہی۔ صبح کے وقت آپ نے میاں روشن دین سے پوچھا کہ صبح کا وقت ہو گیا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ حضور ابر کی وجہ سے کچھ معلوم نہیں دیتا۔ آپ نے فرمایا:

آج تمام رات اولیاء اللہ اور صالحین ہماری ملاقات کے لیے آتے رہے ہیں اور رحمت الٰہی کی خوشخبری اور بشارت دیتے رہے ہیں۔ اب وہ رخصت ہو چکے ہیں۔ غالباً صبح کا وقت ہو چکا ہے۔ اس وقت موذن نے مسجد میں اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ اذان سننے کے بعد آپ نے نماز فجر ادا کی۔ نماز اشراق سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پھر حافظ اللہ بخش کو بلایا اور وہ کفن، جو حاجی شہاب الدین صاحب مرحوم مکہ معظمہ سے آبِ زمزم میں بھگو کر لائے تھے اور اسے آپ کی نذر کیا تھا، حافظ اللہ بخش مرحوم کو دیا اور فرمایا کہ یہ کفن تیاری کے لیے امام بخش درزی کے سپرد کر دو، تاکہ بوقت ضرورت دِقت نہ ہو۔

حافظ صاحب حیران ہو گئے لیکن ارشاد عالی کے مطابق کپڑا لے لیا۔ چونکہ آپ بالکل تندرست تھے اس لیے حافظ اللہ بخش نے کفن کا کپڑا درزی کو دینے کی بجائے اپنے پاس رکھا۔ حضرت صاحبزادہ حافظ خواجہ سید محمد شاہ صاحب تصنیف بستانِ معرفت میں یوں رقم طراز ہیں۔

اس وقت اپنے اپنی کریمانہ عادات کے مطابق اس فقیر ناچیز کو دو عدد لنگیاں عطا فرمائیں۔ پھر وضو کرنے کا حکم دیا۔ یہ فقیر وضو کر کے اس مظہر فیض کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میاں روشن دین صاحب اور حافظ اللہ بخش صاحب کی موجودگی میں آپ نے اپنے سر مبارک سے اپنی دستار مبارک اتار کر اس فقیر لاشئے کے سر پر رکھ دی اور کتب خانہ کی چابیاں بھی عنایت فرمائیں۔ پھر متعدد نصیحتیں کیں، جن کا چھپانا ہی بہتر ہے۔

اللہ اللہ چہ عجب بودِ وجود
در جہاں ہمسر اوکس نشود

اس وقت مسجد کے درویش اور کئی دوسرے غریب لوگ حضور کی خبر گیری کو آئے ہوئے تھے۔ آپ نے سب کو کپڑے دیئے اور نقدی دے کر رخصت فرمایا۔ پھر حافظ صاحب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ کوٹ فتح دین خاں والے حکیم ملاں چراغ دین کو جا کر بلا لائیں۔ چاشت کا وقت تھا کہ ملاں حکیم چراغ دین حافظ صاحب کے ہمراہ قدمبوسی کو تشریف لے آئے۔

آپ نے ملا صاحب سے فرمایا کہ بارش کے سبب تم آنے میں توقف کر سکتے تھے اور خیال تھا کہ شاید تم نہ آؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تم آ گئے اور تم سے آخری ملاقات ہوگئی۔ اور ہم نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا یہاں حضور نے وعدے کی نوعیت اور تفصیل بیان نہیں کی۔

اس وقت حضور حافظ خدا بخش صاحب کا سہارا لیے بیٹھے ہوئے تھے انہیں چودہ روپے دیئے اور فرمایا کہ اگر کسی کا کوئی قرض ہمارے ذمے ہو تو ادا کر دو پھر میاں روشن دین سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تمام مخلصوں اور دوستوں کو اطلاع کر دو کہ ہمارا آخری وقت آن پہنچا ہے کوئی ملاقات سے محروم نہ رہ جائے۔ لیکن ملاں چراغ الدین نے عرض کیا۔ قبلہ یہ کہنے کی کس میں ہمت ہے اور پھر آپ تم بالکل تندرست ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد آپ نے حکیم صاحب سے فرمایا کہ ملاں صاحب صبح سے ہم نے پانی نہیں پیا۔ اب حالتِ نزع شروع ہو رہی ہے۔ سخت حدت اور گرمی محسوس ہو رہی ہے۔ پانی کی خواہش اور طلب پیدا ہو گئی ہے پینے میں کوئی حرج تو نہیں؟

حکیم صاحب نے عرض کی کہ حضور آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ نبض اعتدال پر ہے نزع کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ جس پر نزع کی کیفیت طاری ہو، اسے بیٹھنے اور گفت گو کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ رہا پانی کا معاملہ تو پانی پینے میں کوئی حرج نہیں، شوق سے نوش فرمایئے۔ آپ نے اس وقت پانی میں شہد ملا کر پیا۔ پھر آپ حکیم صاحب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: حکیم صاحب آپ کی وجہ سے ہمیں پانی نصیب ہوا ہے ورنہ ہم پانی پیئے بغیر ہی سدھار جاتے۔ پھر کچھ

توقف کے بعد فرمایا کہ:

اولیاء اللہ کی موت کو دوسروں کی موت کی طرح خیال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ خدائے بزرگ و برتر کا ارشاد ہے کہ جولوگ راہِ خداوندی میں جان دے دیں انہیں مردہ خیال نہ کرو۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

موتِ	ولی	ہیئت	حیات	ابد
ہر کہ	نہ	اقرار	کند گشت	زد

یعنی جو شخص ولی اللہ کی وفات کو ابدی زندگی نہیں مانتا وہ مردود ہے۔

پھر آپ نے ملاں حکیم چراغ الدین سے فرمایا کہ اپنی دلی آرزو بیان کرو۔ ملاں صاحب نے آپ کی ظاہری حالت جو کہ بالکل اطمینان بخش تھی دیکھ کر کوئی التماس نہ کی اور عرض کرنے لگے۔ حضور آپ کی نبض اچھی ہے آپ ایسے کلمات فرماتے ہیں؟ اس پر خواجہ ثانیؒ نے فرمایا کہ ہم پر نزع کی حالت طاری ہے۔ چل چلاؤ کا وقت ہے اور تم کہتے ہو کہ نبض بالکل ٹھیک ہے۔

حکیم صاحب نے عرض کیا حضور آج تک کسی شخص کو نزع کی حالت میں یوں نہیں دیکھا کہ نبض بالکل اعتدال پر ہو، ہوش وحواس قائم ہوں، حرارتِ عزیزی درست ہو، اور اس طرح بات چیت بھی کرتا ہو۔ آپ نے فرمایا اچھا آج دیکھ لینا۔

یہ سن کر حکیم صاحب گھبرائے اور حافظ صاحب سے کہنے لگے کہ حضور کے لیے کوئی مفرح مرکب تیار کر کے لانا چاہیے، تا کہ طبیعت مبارک میں سکون پیدا ہو۔ دونوں حضرات فوراً بازار روانہ ہونے کے لیے اٹھے۔ آپ نے منع فرمایا لیکن اجازت حاصل کر کے وہ چلے گئے۔ ابھی یہ دونوں بزرگ چند قدم گئے ہوں گے حضور یکا یک رونے لگے اور زبان درفشاں پر یہ الفاظ جاری تھے۔

اے پروردگار عالم

تو غنی، عادل، جابر اور قہار ہے۔

اے مالک دو جہاں

تیرے عدل سے خوف آتا ہے

کیونکہ ہمارے گناہ، ہماری نیکیوں سے بہت زیادہ ہیں۔

پھر ایک لحہ کے بعد آپ ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ:

اللہ کریم کی رحمت کے دروازے کھل گئے ہیں اور اکثر ہم غریب مسلمان اللہ پاک کی رحمت کے صدقے کامیاب و بامراد ہو رہے ہیں اور دنیادار قلیل، قلیل قلیل۔

اس کے بعد آپ اس کلمہ پاک کو مکمل طور پر پڑھتے رہے۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَاءِ وَصِفَاتِہٖ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ٥

اور فرماتے تھے کہ ہماری اس شہادت پر گواہ رہو۔ اور آخری دم **اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّد عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ** پڑھا کہ مراقبہ فرمایا اور امانت حقیقی مالک حقیقی کے سپرد فرمائی یعنی جان جان آفریں کے حوالے کی۔ یہ اکیس محرم الحرام ۱۲۹۴ھ سہ شنبہ کا دن تھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

فوراً حافظ صاحب اور حکیم صاحب کو واپس بلایا گیا۔ اس وقت میاں روشن دین آپ کا منور و مطہر چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے ہوئے تھے اور زبان سے کہتے تھے۔

حضرت جی! حضرت جی حکیم صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھا تو رونے لگے اور کہا اے افسوس، شہباز ہم میں سے پرواز کر گیا اور وہی کچھ ظاہر ہوا جو کچھ آپ فرماتے تھے۔

پھر ان دونوں حضرات نے آپ کو چارپائی پر لٹا دیا اور کف افسوس ملنے لگے۔ بارش جو کہ حضور کی دعا سے شروع ہوئی تھی اب تک جاری تھی۔ جونہی آپ کی وفات کی خبر لوگوں تک پہنچی، ہر طرف گریہ و آہ و بکا کا شور بلند ہوا۔

حضرت صاحبزادہ خواجہ حافظ سید محمد شاہ صاحبؒ نے اس وقت کے حسب حال چند اشعار کہے ہیں، جو کہ ہدیہ قارئین ہیں۔

وقت وفات حضرت ماگشتہ ناگہاں

برارض دست خیز بپا نیز برزماں

کردہ حجاب شمس زغمنا کی وفات

سیلاب برزمیں شدہ ازاشک آسماں

درماتمش سیاہ فلک کرد پیرہن

کاں آفتاب ورتہ ایں خاک شد نہاں

ازبسکہ ریخت خوں زغمش چشم آسماں

یک صبح و شام غرق ایم خوں شدہ جہاں
بادِ سموم سوخت نہا لان ہر چمن
آمد بگلستان جہاں از الم خزاں

آپ کی وفات دل شگاف کا یہ واقعہ عصر کے وقت رونما ہوا۔ایک تو بارش کے سبب اور دوسرے جناب حافظ غلام مصطفیٰ خان صاحب اور مولانا غلام دستگیر صاحب اس وقت فیروز پور میں تشریف رکھتے تھے ان کی واپسی کے انتظار میں حضور کی نماز جنازہ دوسرے روز ظہر کے وقت ادا کی گئی۔قصور شریف اور گردونواح کے ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ حد بیان سے باہر ہے۔حضرت مولانا دستگیر صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت امام شاہ صاحب جو بچپن سے ہی مجذوب تھے اور قصور شریف میں تشریف رکھتے تھے۔نماز جنازہ میں شریک ہوئے، چہرہ مبارک کی زیارت کی اور فرمانے لگے کہ اپنے وقت کے قطب اور زمانے کے غوث انتقال فرما گئے۔جب تک آپ کے جسد مبارک کو لحد میں نہیں اتارا گیا شاہ صاحب یہی کلمہ کہتے رہے۔

آپ کو قصور شریف کے عظیم قبرستان اپنے بزرگوں کے قریب عین اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں آپ وفات سے گیارہ روز قبل دراز ہوئے تھے، اس آفتاب رشد و ہدایت کے سرزمین قصور شریف پر نور سے روپوش ہوتے ہی آفتاب عالمتاب نے بھی حسرت وافسوس سے چہرہ چھپالیا۔گویا آپ کے دفن ہونے کے وقت عالم میں ہر طرف اندھیرا چھارہا تھا۔

وادریغا مظہر جودو کرم
گشت مخفی و دل ماخور دہ غم

وفات کا حال ایک اردو نظم کی صورت میں مزار پر انوار وفیض آثار کے سرہانے لکھا ہوا ہے۔کتبے کا آخری شعر جس سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے، یہ ہے۔

لکھی تاریخ تو ہاتف نے براہ افسوس
یوں کہا، کیسے ہوئی حشر سے پہلے محشر
۱۲۹۴ ہجری

مزار پر انور کے سرہانے ایک عربی قطعہ مولوی غلام قادر ﷺ رسول نگری کا لکھا ہوا ہے۔

الاعبد الرسول الشیخ قدمات

هوالکامل بلا نقص و لاعیب

فات تسئلن عن عام ارتحالہ

اقل تاریخہ غوث بلاریب

۱۵۰۶۔۲۱۲=۱۲۹۴ھ

مولوی محبوب عالم سوہادی نے فارسی میں آپ کی تاریخ وفات یوں کہی ہے۔

پیر عبدالرسول فخر الدین کرد رحلت باوج علیین

گفت عالم زسال رحلت تو ساقی کوثر رسول امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۲۹۴ھ

اللھم صل علی سیدنا و مولنا محمد و عترتہ بعدد کل معلوم لک

مولانا خواجہ غلام نبی صاحب للہی قدس سرہٗ

حضرت مولانا غلام نبی صاحب للہ ضلع جہلم ۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ جب سن تعلیم کو پہنچے ۔مکتب میں داخل ہوئے۔ صرف نحو میر قطبی، شرح وقایہ خیالی وغیرہ اپنے والد بزرگوار اور بعض دیگر علماء قرب وجوار سے پڑھیں۔ بعد ازاں پشاور میں حضرت مفتی محمد احسن صاحب مرحوم وحافظ درازصاحب سے تمام معقول ومنقول ختم کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ دولت خانہ پر آ کر مسند آرائے درس وتدریس ہوئے کہ اسی اثناء میں یکا یک شوقِ الٰہی آپ کے دل پر غالب ہوا اور آپ مرشد کی تلاش میں گھر سے روانہ ہوئے کہ جس جگہ کوئی صاحب دولت ملے اس سے بیعت کرو۔ اتفاقاً بمقام شاہ پور حضرتؒ مولانا خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ خلیفہ اجل حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدس سرہٗ سے ملاقات ہوگئی اور بعد استخارہ انہیں سے بیعت ہوگئے۔ حضرت مولاناؒ نے ایک ماہ آپ کو توجہ فرمائی اور پھر ایک دن آپ کو علیحدہ لے گئے اور فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ ملے تھے اور فرماتے تھے کہ مولوی غلام نبیؒ کو کلاہ اجازت دے دو۔ یہ واقعہ کا معاملہ ہے چنانچہ یہ کلاہ ہے۔

یہ کہہ کر آپ کو کلاہ عطا فرمائی اور طریق توجہ دہی بھی تعلیم فرمایا اور اس کے بعد عرصہ قلیل میں تمام مقامات مجددیہ طے کرا کر دستارِ خلافت و بشارت حصول نسبت خاصہ سے سرفراز فرمایا اور بعض خلعت پیش گاہِ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دلوا کر رخصت فرمایا۔ اثنا سلوک میں آپ کا مراقبہ کمالاتِ نبوت تھا۔ آپ کو شوق حفظ

کلام مجید ہوا۔ چنانچہ آپ نے چھ ماہ میں یاد کر کے تراویح میں سنادیا آپ قرآن شریف نہایت تجوید اور ترتیل سے پڑھتے تھے اور اس قدر یاد تھا، کہ گاہ گاہ ایک شب میں بھی سنا دیتے تھے۔

حضرت کچھ مدت دولت خانہ پر قیام فرما کر پھر بمقام قصور حضرت مولاناؒ کو خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا بکمال عنایت بیش از پیش پیش آئے اور اکثر طالبین کو تربیت کے واسطے آپ کے سپرد کیا۔ اسی اثنا میں حضرت مولاناؒ کا انتقال ہو گیا اور حضرت دولت خانہ پر مراجعت فرما کر مصروف ہدایت خلق اللہ واشاعت علم ظاہری و باطنی ہوئے۔ آپ کی خدمت میں ستر اسی طلبائے علم ظاہری و باطنی کا مجمع رہا کرتا تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ○

معمولات

آپ کا معمول تھا کہ رات کے دو بجے بیدار ہوتے، بعد اجابت، غسل فرما کر نماز تہجد پڑھتے۔ اس وقت کا غسل کسی موسم میں کسی وقت روز انتقال تک ناغہ نہیں ہوا۔ اکثر تہجد میں قرآن شریف کی منزل پڑھتے تھے۔ بعد نماز طلبہ کو سبق پڑھانا شروع کرتے۔ پڑھانے میں امتیاز نہ تھا کہ بڑی کتاب ہو، پند نامہ فریدالدین عطارؒ بھی پڑھاتے اور ہدایہ اور بیضاوی شریف بھی جس کتاب کو پڑھاتے اس کے جمیع حواشی اور شروح سامنے رکھ لیتے اور ہر ایک کو دیکھتے جاتے۔ حواشی اور شروح پر رجوع کا اس قدر خیال تھا کہ سکندر نامہ وزلیخا کی شرح بھی سامنے رکھ لیتے۔

صبح کو سنتوں کے وقت تک پڑھاتے۔ بعد ازاں نماز صبح پڑھتے، امامت خود کرتے اور اس میں قرأت طوال مفصل پڑھتے۔ بعد نماز آیۃ الکرسی و دعوات ماثورہ پڑھ کر دعا مانگتے۔ بعد ازاں پچیس مرتبہ استغفار، دو مرتبہ الحمد شریف اور تین مرتبہ قل شریف پڑھ کر پیران طریقت کی ارواح پاک پر ثواب پہنچاتے۔ اس اثنا میں خدام حلقہ باندھ کر گرد بیٹھ جاتے۔ آپ نوبت بہ نوبت سب کو توجہ فرماتے جب آفتاب بلند ہو جاتا الحمد اللہ اس قدر بلند آواز سے کہ حاضرین سن لیں پڑھ کر فاتحہ پڑھتے اور نماز اشراق کو کھڑے ہوتے۔ چار رکعت دو سلام سے پڑھتے اور گاہ گاہ بعد ختم حلقہ ذکر اولیاء کرام و مشائخ عظام و معارف طریقہ سے حاضرین کو سرشار کیفیات فرماتے۔

برخاست حلقہ پر طالبین و خود حضرت پر عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ کسی پر ذوق و شوق غالب ہوتا تھا کوئی مغلوب نسبت استہلاک و اضمحلال ہوتا تھا۔ کسی پر حالت عروج وارد ہوتی اور کوئی نزول نسبت ولایات سے سرشار ہوتا کوئی کمالات سے مالا مال اور کوئی حقائق سے بہر یاب اور حضرت مثل محبوب رعنا چشمِ میگوں جس کی طرف دیکھتے تھے کچھ اور ہی لطف دیتا تھا۔

بعد نماز اشراق و عا حزب البحر پڑھتے۔ بعد ازاں پھر طلباء کو پڑھانا شروع کرتے اور یہ شغل دس بجے تک رہتا۔ بعد دس بجے گھر میں کھانا کھانے تشریف لے جاتے۔ اور وہاں پہنچ کر اول درویشوں کے واسطے کھانا بھجواتے اور خود بعد تناول طعام حلقہ نساء قریب ایک گھنٹہ کے فرماتے۔

نساء کی توجہ کا اس طرح معمول تھا کہ ایک چار پائی پر چادر ڈال کر اپنے سامنے کھڑی کر لیتے، اس کے آڑ میں مستورات آ کر بیٹھ جاتیں اور ایک کپڑا ایک طرف سے آپ پکڑ لیتے تھے اور اس کا دوسرا کنارہ چار پائی کی آڑ میں طالبہ پکڑ لیتی تھی۔

بعد حلقہ نساء آپ باہر تشریف لاتے اور قیلولہ فرماتے اور جس وقت موذن اذان کہتا فی الفور بلا تامل اٹھ بیٹھتے اور اس کی اجابت کرتے۔ آپ مسواک کے استعمال میں کبھی ناغہ نہ فرماتے۔ اس کے بعد نماز ظہر پڑھتے۔ اور بعد نماز طلباء کو عصر کی اذان تک سبق پڑھاتے یا حلقہ فرماتے۔ بعد ازاں نماز عصر پڑھتے اور بعد اس نماز کے حضرت مجدد الف ثانیؓ کا ختم پڑھا جاتا۔ اس کی ترکیب یہ تھی:

اول آخر درود شریف سو سو مرتبہ پڑھتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ہزار مرتبہ پڑھتے۔ پھر صرف لاحول ولاقوۃ الا باللہ نو سو مرتبہ بعدہٗ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم سو مرتبہ پھر درود شریف پڑھتے۔ اس کے بعد حلقہ فرماتے اور توجہ کرتے اور مغرب کے قریب تک یہ شغل رہتا۔ بعد ختم حلقہ حاضرین ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کرتے تھے حاضر ہوتے کہ اتنے میں مغرب کی اذان ہوتی اور نماز پڑھی جاتی۔ بعد نماز ختم خواجگان کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی و حضرت خواجہ عارف ریوگری و حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی و حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی و حضرت خواجہ محمد بابا سماسی و حضرت خواجہ امیر کلال و حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؓ کی طرف منسوب ہے۔ اس طرح پڑھا جاتا اور سورہ فاتحہ سات مرتبہ بعد ازاں درود شریف سو مرتبہ، بعد ازاں الم نشرح اناسی مرتبہ، بعد ازاں سورہ اخلاص ہزار مرتبہ، بعد ازاں سورہ فاتحہ سات مرتبہ اور پھر درود شریف سو مرتبہ۔

اس وقت مریدین ختم پڑھتے اور خود نماز اوابین میں مشغول رہتے اور بعد ختم اوابین آپ بھی ختم خوانی میں مشغول ہو جاتے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ٥

حلقہ

بعد ختم حلقہ فرماتے اور اکثر اسی وقت طالبین کو داخل طریق بھی فرماتے۔ اور اس کا یہ طریقہ تھا کہ طالب کو

اپنے روبرو بٹھا کر اس کا ہاتھ مثل مصافحہ کے اپنے ہاتھ میں لے کر اول توبہ واستغفار پڑھاتے۔ بعدازاں کلمہ توحید و شہادت تعلیم فرماتے۔

آپ کا اکثر یہ معمول تھا کہ طالب کو قادریہ طریق میں داخل کرتے اور سلوک مجددیہ طے کراتے۔ کیونکہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی ﷫ کا مقولہ ہے کہ ''عنوان طریق مجددیہ یہ قرار پایا ہے کہ چاہے جس طریقہ میں داخل کرے مگر سلوک مجددی طے کرائے۔

بعد داخل طریق کرنے کے طالب کو اول خود توجہ فرماتے۔ بعدازاں کسی مجاز کو سپرد فرماتے کہ اس کے جمیع لطائف میں ذکر جاری کردے۔ بعد داخل طریق کرنے کے طالب کو تاکید فرماتے کہ ہر لحظہ اور ہر ساعت قلب سے ذکر اسم ذات کا خیال رکھے۔ اس وقت کا حلقہ قریب عشا کے ختم ہوتا۔

ایام رمضان المبارک میں آپ کبھی دن کو قضائے حاجت کو نہ جاتے کہ استنجا دن کو نہ کرنا پڑے اور یہ کمال احتیاط تھی۔ جمعہ کے روز بعد نماز عصر کے وقت تک وعظ فرماتے اور بعد عصر اپنے والدین کی قبر پر فاتحہ خوانی کو جاتے۔ سفر میں ہمیشہ بعد عصر وعظ فرماتے۔ اور ہر طرح کے پند و نصائح فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ٥

عادات

کھانے پینے میں نہایت احتیاط رکھتے تھے۔ جنگل میں ایک تالاب تھا اکثر اس کا پانی پیا کرتے تھے۔ کھانا کھانے میں کبھی پانی نہیں پیا کرتے تھے بعد ظہر نوش فرماتے۔ ایک خادم کا معمول تھا کہ بعد نماز تازہ پانی لاکر پلایا کرتا تھا۔ ایک روز وہ پانی لایا تو آپ نے اس کے پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ یہ پانی مکدر ہے۔ کوئی اور شخص پانی لے آئے۔ چنانچہ جب دوسرا شخص پانی لایا تب آپ نے پیا۔ شخص اول سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے جو تیرا پانی نہیں پیا اور اس کو مکدر فرمایا۔

آپ نے جواب دیا کہ یہ راہ میں میری نظر ایک نامحرم عورت پر پڑ گئی تھی۔ آپ ہمیشہ بھوک رکھ کر کھانا کھاتے تھے۔ فرمایا کہ مجھ کو یاد نہیں کہ کبھی میں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔ فرماتے، میرے نزدیک تازہ اور باسی سب یکساں ہے۔ آپ نہایت منکسر مزاج تھے اور بسا اوقات بھرے ہوئے مجمع میں اپنی نسبت ایسی بات فرمادیتے تھے کہ سن کر شرم آجاتی تھی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک جگہ آپ تشریف لیے جاتے تھے۔ جب وہ جگہ قریب رہ گئی تو بہت سے لوگ

آپ کے استقبال کو اور آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے ہجوم سے کچھ فخر نہیں کرنا چاہیے اگر کوئی بندریا ریچھ والا کسی گاؤں میں آتا ہے تو اس کے پیچھے بھی لوگ ہو جاتے ہیں۔

پیرانِ سلسلہ کی اولاد یا ان کے شہر کا بھی کوئی رہنے والا ہوتا تھا اس کی بھی نہایت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص دہلی کی جانب کا رہنے والا آپ کے پاس رہا کرتا تھا چونکہ دہلی میں حضرات کے مزار مبارک ہیں اور وہ اس کے جوار کا رہنے والا تھا۔ اس رعایت سے اس کی خاطرداری فرماتے۔

طریق بیعت و خلافت

سلوک طے کرانے میں حضرت کا خیال طالب کے حالات ظاہری استعداد باطنی پر ہوتا۔ بعض آدمی جو اس جگہ رہا کرتے تھے اور متوسط الاستعداد ہوتے تھے ان کو چودہ پندرہ سال میں طے کراتے تھے اور بعض جو باہر کے رہنے والے ہوتے تھے اور سال میں دو چار مرتبہ آسکتے اور تھوڑا بہت قیام بھی کر سکتے تھے ان کو سات اٹھ سال میں اور بعض جو دور دراز جگہ کے رہنے والے ہوتے اور پھر ان کا آنا دشوار ہوتا ان کو تین چار سال ایک ہی مرتبہ رکھ کر رخصت فرماتے اور بعض کو عیالدار ہوتے وہ زیادہ رہ بھی نہیں سکتے تھے۔ ان کا دو سال میں بھی بلکہ بعض کو ایک سال میں سلوک ختم کرایا ہے اور ایک شخص کہ نہایت کامل الاستعداد تھا اس کو صرف ایک مہینے میں تا معبودیت مطلقہ اور ایک شخص کو صرف سات سات توجہ ہر مقام پر کر کے سلوک طے کرایا اور ہر دو نے بہت اچھی طرح ہر ایک مقام کا امتیاز بخوبی کیا اور فی واقع یہ حضرت کے اعظم تصرفات سے ہے۔

حضرت نے تین قسم کی اجازت مقرر کی تھی:

۱۔ صغریٰ ۲۔ کبریٰ ۳ مطلقہ

جس وقت طالب ولایت کبریٰ تک پہنچ جاتا۔ اجازت صغریٰ بعطائے کلاہ بخشتے اور جس وقت کمالات نبوت پر پہنچتا تو اجازت کبریٰ عطا فرماتے اور متبرکہ پیرہن بخشتے اور جس وقت تمام مقامات ختم ہو جاتے دستار خلافت و اجازت مطلقہ بخشتے۔

کرامات

ایک مرتبہ ایک شخص نے غیر منکوحہ عورت اپنے گھر میں رکھ چھوڑی تھی ہر چند اس کو سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ اسی اثنا میں امساک بارش ہوئی اور امساک کو بھی طول کھینچ گیا۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے فرمایا جب تک وہ شخص اس عورت کو نکلوا دیں اور پھر بھی بارش نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا پھر ہماری بات کا اعتبار نہ کیا کرنا۔ چنانچہ وہ لوگ جا کر اس عورت کو نکلوا آئے اور آپ سے عرض کیا کہ آپ اب بارش کی میعاد مقرر کریں۔

اس وقت رمضان شریف کا آخری عشرہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس عشرہ کی طاق تاریخوں میں بارش ہو جائے تب تو جاننا کہ اسی گناہ کی شومی سے بارش بند تھی اور اگر رمضان شریف کے گزر جانے کے بعد ہو تو اتفاقی بات ہے۔

چنانچہ ۲۷ رمضان کو اس قدر بارش ہوئی کہ تمام جل تھل ہو گئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ اور امساک بارش ہوئی لوگوں نے آپ سے آکر عرض کیا کہ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ بارش کرے۔ آپ نے فرمایا کہ مسجد کا گارہ سے لیپ دو۔ بارش انشاء اللہ تعالیٰ ہو گی۔

لوگوں نے عرض کیا تالاب میں گارہ ہی نہیں کس چیز سے لیپا جائے۔ آپ نے دعا فرمائی خداوند اس قدر بارش کردے کہ تالاب میں گارہ ہو جائے لوگوں نے عرض کی کہ حضرت زیادہ کے واسطے دعا مانگئے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم لوگ اپنے کام میں لگ جاؤ گے اور اس کا خیال نہیں رکھو گے۔ غرض کہ اس قدر بارش ہوئی کہ تالاب میں گارہ ہو گیا اور لوگوں نے مسجد لیپ دی۔ بعد ازاں پھر خوب بارش ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ۝

ایک مرتبہ آپ نے اکثر لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا: تم لوگ اپنے اعمال درست کرو، اور گناہوں سے توبہ کرو، ورنہ تم پر سخت مصیبت آنے والی ہے، گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے ہم بھی تمہارے ساتھ ہی ہیں۔

مگر کسی نے چنداں خیال نہ کیا۔ اور آپ قریب سال بھر کے فرماتے رہے کہ ہشیار ہو جاؤ، گناہوں سے بچو ورنہ عذاب آنے والا ہے۔ بالآخر وبا پیدا ہو گئی اور ہر روز بہتر، اسی آدمی مرنے لگے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آدمی زندہ نہ رہے گا حتیٰ کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اس بلا سے نجات دے۔ آپ نے فرمایا کہ گناہوں سے توبہ کرو۔ سب توبہ کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح نہیں بلکہ فلاں فلاں جو فاسق معلن ہیں ان سے توبہ کراؤ یا ان سے میل جول چھوڑ دو۔

چنانچہ لوگوں نے ان سب سے توبہ کرا کے آپ کی خدمت میں دعا کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے دعا فرمائی اور اس کے بعد کوئی تازہ بیمار نہ ہوا۔ اور جو بیمار تھے ان کو صحت ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکْ o

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی شادی کو عرصہ بیس سال کا گزر چکا تھا مگر اب تک اس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس نے عرض کی کہ اولاد نہیں ہوتی اس لیے اگر آپ اجازت فرمائیں تو نکاحِ ثانی کر لوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سال اور صبر کر۔ اور پھر بفضلہٖ تعالیٰ اُسی سال اس کے لڑکا پیدا ہوا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکْ o

ایک مرتبہ آپ کا ایک خادم دریائے جہلم میں کشتی پر سوار تھا۔ شام کا وقت ہو گیا کہ دفعتہً آندھی آئی اور قریب تھا کہ کشتی غرق ہو۔ سب لوگوں کے حواس جاتے رہے اس شخص نے دیکھا کہ آپ کشتی کو سنبھالے ہوئے ہیں اسی وقت سب کی تسلی کی کہ انشاءاللہ تعالیٰ خیریت ہے۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ وہ کشتی بخریت تمام پار ہو گئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکْ o

ایک شخص نے آکر اپنے لڑکے کی شکایت کی کہ اپنی زوجہ کے ساتھ اچھی طرح نہیں رہتا۔ اس کو سمجھا دیجئے۔ جب اس کا بیٹا آپ کے پاس آیا آپ نے اس کو سمجھایا اس نے عرض کی کہ حضرت میری طبعیت اس کی جانب رجوع نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا کہ تیری زوجہ کی عمر صرف چھ مہینے کی رہ گئی ہے۔

چنانچہ یہ سن کر اس نے اپنی بیوی کی نہایت خاطر و مدارات شروع کر دی اور وہ اس سے بہت راضی ہوئی۔ اسی اثناء میں وہ بیمار ہو گئی اور مہینہ ڈیڑھ بیمار ہو کر چھٹے مہینے مر گئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکْ o

ایک شخص نے آپ سے آکر عرض کیا کہ میں نے اپنے لڑکے کی فلاں شخص کی لڑکی سے نسبت ٹھہرانے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ کی کیا مرضی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہاں شادی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ لیکن چونکہ اس لڑکی کا باپ دولت مند تھا اس نے وہیں اپنے لڑکے کی شادی کر دی۔ آخر کار اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور وہ لڑکی عقیم نکلی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکْ o

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے غلام زادہ تولد ہوا ہے، کیا نام رکھوں؟ آپ نے فرمایا اس کا یہ نام رکھو اور اب کی مرتبہ جو پیدا ہوگا، اس کا یہ نام رکھنا۔ چنانچہ جب وہ لڑکا پیدا ہوا تو اس شخص نے آکر عرض کیا کہ اس نام کا غلام زادہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا، اب کی مرتبہ جو ہوگا اس کا یہ نام رکھنا اور پھر وہ بھی ہوا۔ غرض کہ اس طرح آپ نے چار لڑکوں کے نام پہلے ہی سے رکھ دیئے اور وہ سب لڑکے پیدا ہوئے

اور یہ طریقہ جملہ طریق میں اقرب ہے۔خصوصاً اس زمانہ میں اور طریقوں کا نام رہ گیا ہے۔پس طالب حقیقی کو لازم ہے کہ طریقہ شریفہ کا ملتزم ہو۔فرمایا کہ انسان کی آفرنیش سے علت غائی تحصیل معرفت ہے:

وَمَا خَلقتُ الجِنَّ وَالاِنسَ اِلَّا لِیَعبُدُونَ اَی لِیَعرِفُونَ٥

اور منشا پیری و مریدی حصول معرفت ہے۔اور اگر حصول معرفت نہ ہودے وہ پیری مریدی بالکل بیکار ہے۔پس چاہیے کہ اس تلاش میں رہے اگر پیر اول سے حاصل نہیں ہوا۔بلا تردد اس کی جانب رجوع کرے ورنہ تارک عمل آیت شریفہ مذکورہ بالا ہوگا۔فرمایا کہ تحصیل علوم ضروری ہے اور سلوک صوفیہ پر مقدم ہے اور اس کے بعد سلوک باطن گویا فرض ہے۔فرمایا کہ صحبت مشائخ خلاف شرح وحدت وجود کہنے والوں سے علیحدہ رہنا چاہیے۔فرمایا کہ جس کسی کو پیر اپنا جانشین قائم کرے،اس کی تعظیم وتکریم لازم رکھے۔فرمایا کہ طالب تلاش اصل نسبت مجددیہ کی رکھے اور کسی جگہ اگر رجوع خلائق ہو،اس پر فریفتہ نہ ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَولٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِترَتِهٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعلُومٍ لَّکَ٥

وفات

حضرت کے صاحبزادہ میاں گل محمد صاحبؒ کا وباً ہیضہ میں جب بتاریخ ۲۹ رمضان مبارک ۱۳۰۶ھ کو انتقال ہوا اور لوگ تعزیت کے واسطے آتے اور کلمہ تعزیت عرض کرتے تو آپ فرماتے کہ ہم کیا یہاں بیٹھے رہیں گے؟ ہم بھی چلنے کو تیار ہیں۔رنج کس بات کا کریں۔

اسی زمانہ میں ایک طالب علم آیا اور اس نے پڑھنے کے واسطے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایک سفر در پیش ہے اگر وہاں نہ گیا تو تم فلاں وقت آنا سبق شروع کرادیں گے۔اتفاقاً جس وقت آپ کو دفن کر رہے تھے وہ طالب علم آیا اور اپنا قصہ مذکورہ سنایا۔

انتقال کے روز صبح کو فرمانے لگے کہ آج حضرت صاحب قصوریؒ کو دیکھا ہے شاید کہ لینے آئے ہیں۔ اور اس روز بعد حلقہ اولیاؤں کی وفات اور حیاتِ دائمی کا بہت دیر تک ذکر فرماتے رہے اور پھر دوپہر کو قیلولہ فرمایا۔بعد زوال بہت جلد بیدار ہوئے خود مسواک کرنے لگے۔اور موذن کو فرمایا۔جلد اذان کہوں۔

چنانچہ اس نے اذان کہنی شروع کی آپ جواب اذان دیتے گئے۔جب کلمہ اشھد ان لا الہ الا اللہ پر موذن پہنچا آپ اس کا جواب دیتے ہوئے پیچھے کو جھکتے چلے گئے اور فرشِ مسجد پر لیٹ گئے اور اسی وقت جان بجاناں تسلیم کی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ٥ اولاً سب کو شبہ ہوا کہ سکتہ پڑ گیا ہے مگر آخر کار یقین ہو گیا۔کہ آپ واقعی انتقال فرما چکے ہیں۔

اگلے روز بروز دوشنبہ بتاریخ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ کو دفن کیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ۰

حضرت مولانا غلام مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ

بیربل شریف ضلع سرگودھا

آپ ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ تھے جنہیں علم و ولایت کئی پشتوں سے ورثے میں ملتے چلے آرہے تھے۔ آپ ۱۲۵۱ھ میں بیربل شریف کے علاقہ شاہ پور میں پیدا ہوئے۔ ولادت سے قبل ہی ایک مرد کامل نے آپ کے والد ماجد کو آپ کی پیدائش اور علو مرتبت کی بشارت دے دی تھی۔ ابھی زندگی کی تیرہ بہاریں دیکھی تھیں کہ شفقت پدری سے محروم ہوگئے۔ والد ماجد کی حیات مبارک ہی میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ بعض دوسری ابتدائی کتابیں بھی پڑھ چکے تھے۔

لڑکپن ہی سے آپ کے اخلاق اور کردار کی جھلک دیکھ کر ہر صاحب نظر سمجھ جاتا تھا کہ آپ مادر زاد ولی ہیں۔ اس کی بشارت آپ کے کئی ہم عصر اولیا نے دی تھی۔ والد ماجد کی وفات کے بعد کئی جگہ حصول علم کے لیے تشریف لے گئے مگر جمعیت خاطر کہیں نہ ملا آخر حافظ قائم صاحب مرحوم کے مشورہ سے للہ شریف ضلع جہلم میں حضرت خواجہ غلام نبی للہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہاں کچھ دنوں کے قیام سے، نحو صرف، علم کلام، منطق، بیان، معانی اصول، فروع، حدیث، ہیئت اور علم فلسفہ پر عبور حاصل کیا۔

اٹھارہ سال کی عمر میں دستار فضیلت باندھ کر اور ظاہری و باطنی کمالات کے حصول کے بعد اپنے آباء اجداد کی مسند پر بیٹھے اور تدریس علم میں مشغول ہوگئے۔ ایام تعلیم میں ہی آپ نے قطب الاقطاب حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت بھی کی۔ ایام طالب علمی میں یہ حال تھا کہ کسی طالب علم کے ساتھ بھی زائد بات نہ کرتے تھے۔ ہر وقت مطالعہ کتب میں مشغول رہتے۔ جس کوچے میں سے آپ شہر میں داخل ہوتے اور جس کوچے سے گزر کر قضائے حاجت کے لیے شہر سے باہر تشریف لے جاتے ان دونوں کوچوں کے علاوہ آپ نے شہر کا کوئی دوسرا کوچہ نہ دیکھا تھا۔

جب درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو چند ہی دنوں میں تشنگان علم کی بھاری تعداد جمع ہوگئی اور مسجد میں بیٹھنے کو جگہ نہ رہی۔ بڑے بڑے متبحر اور ذی عالم دور دور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ طلبا کی کثرت کے باوجود کبھی ملال نہ فرماتے۔ آپ کو علمی نوادرات جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اگر کسی نایاب کتاب کا پتہ چلتا تو اس کے

حصول کے لیے زبردست کوشش فرماتے۔

آپ کے علمی فضیلت کا شہرہ ملک کے گوشے گوشے میں پہنچا۔کم گوئی آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔کبھی امتحان کی غرض سے کسی دوسرے سے کوئی سوال نہ کرتے تھے۔

آپ کو حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوریؒ کی طرف سے حزب البحر کی بھی اجازت تھی۔یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ اگلے زمانے کے علما زیادہ نیک اور باعمل تھے اس لیے ان کی منقولہ کتابیں یا جن کتابوں پر وہ پڑھتے پڑھاتے تھے بابرکت ہوتی ہیں۔یہ بات اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ علم کے شیدائی تھے۔

کم گوئی آپ کی جبلت تھی لیکن اگر کوئی شخص اپنی قابلیت جتانے کے یے یا تعلّی ظاہر کرنے کے لیے کوئی بات کرتا تو آپ اس سے کوئی ایسا سوال کرتے جو اسے بالکل خاموش کر دیتا اور اسے آپ کی ہمہ دانی اور علوِ مرتبت کا قائل ہونا پڑتا تھا۔

آپ کی ذات نہایت عفیف تھی اکثر السلام علیکم کہنے میں پہل فرماتے تھے۔نہایت کریم النفس اور رقیق القلب تھے اس کے باوجود آپ کی مجلس میں کسی کو دم مارنے یا اونچا بولنے کی بھی جرأت نہ تھی۔ہمیشہ زبان پر ذکر خداوندی جاری رہتا تھا۔قرأت نہایت موثر تھی۔عام لوگ اپنے مشکل معاملات میں آپ سے مشورہ فرماتے تھے،جس قضیہ اور مقدمہ کے فیصلے سے حکام عاجز ہوتے تھے وہ آپ کے پاس بھیج دیئے جاتے تھے۔آپ اس خوبی سے ان کا فیصلہ فرماتے کہ فریقین پوری طرح راضی اور خاموش ہو جاتے۔

اپنی ذات کو خدمت خلق کے لیے اور اصلاح عوام کے لیے وقف کر دیا تھا۔قناعت اور توکل بہت زیادہ تھا۔لباس میں کوئی خاص اہتمام نہ فرماتے بلکہ جو میسر آتا پہن لیتے تھے۔شاگردوں اور خادموں پر خاص مہربانی فرماتے۔اہل دنیا کے ساتھ طبعیت بہت کم مانوس ہوتی تھی۔جو کچھ آتا درویشوں اور مسکینوں کو کھلا دیتے۔سینکڑوں اہل حاجت روزانہ آتے تھے لیکن آپ کسی کو خالی اور مایوس نہ لوٹاتے،اگر پاس کچھ موجود نہ ہوتا تو دوسرے وقت آنے کا وعدہ فرماتے۔

طبعیت میں اس درجے کا انکسار تھا کہ اپنے لیے کبھی جمع کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔جس مرتبے کا آدمی ہوتا اس کے مطابق گفتگو کرتے۔

قدیم دوستوں اور ہم نشینوں کے ساتھ نہایت الفت فرماتے۔دوسروں کی غلطیوں اور لغزشوں سے درگزر فرماتے کسی کو شکوہ نہ کرتے تھے۔اپنی تنگ دستی کا حال کسی کے آگے بیان نہ فرماتے۔اپنی حاجت کے لیے کبھی کسی کے

پاس نہ جاتے۔

قبول دعوت سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس لیے اسے شرف قبولیت بخشتے، لیکن اس جگہ بھی خلق خدا کو ہدایت فرماتے اور اتباع شریعت پر زور دیتے۔ فقیرانہ گزران کے باوجود تقریباً ساٹھ ستر آدمی روزانہ لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ قائم اللیل تھے۔ اکثر فرش پر بستر بچھا کر سوتے۔ نماز تہجد کے لیے خاص اہتمام کرتے۔ اگر کوئی خادم موجود ہوتا تو وضو اور غسل کے لیے پانی لا دیتا ورنہ خود پانی نکالتے۔

نماز فجر سے فراغت پا کر خادم ارد گرد آ بیٹھتے اور ختم امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ پڑھتے۔ پھر مراقبہ فرماتے اور حاضری پر القائے فیض فرماتے توجہ میں عجیب تاثیر تھی۔

سال بھر میں آپ دو بڑے عرس کرتے تھے جن پر خلقت کثرت سے جمع ہوتی تھی۔ ایک عرس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت یعنی ۱۲ ربیع الاول کو اور دوسرا معراج شریف بھی ۲۷ رجب المرجب کو فرماتے تھے کہ دونوں عرس، عرسوں کے سردار ہیں۔ عرس مبارک پر کوئی غیر شرعی رسم دیکھنے میں نہ آتی تھی۔ وعظ کا شغل تمام رات رہتا تھا۔

آپ صاحب تصنیف تھے۔ رسالہ مختصر نزہتہ الناظرین مع شرح روض الریاحین کتاب مبارک مصباح الدجی اور اس کی شرح شمس الضحیٰ، یہ علم حدیث میں بڑی پایہ کی کتاب ہے۔ تحفتہ العارفین، وہدیۃ السالکین تذکرۃ الحھات معراج نامہ عربی رسالہ در فضائل رمضان وعیدین، آپ کے شاگردوں اور مریدین کے پاس ان کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی رسائل اور کتب لکھیں اور کئی کتابوں پر حاشئے لکھے۔ آپ نے جو فتوے تحریر فرمائے، اگر انہیں جمع کر لیا جائے تو ایک ضخیم کتاب فتاویٰ پر تیار ہو سکتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ٥

ایک مرتبہ آپ ایک عقیدت مند کے پاس تشریف لے گئے۔ چند روز قیام فرمایا، نماز فجر سے قبل جو آپ کی عبادت اور خاص شغل مع اللہ کا وقت تھا، ایک مشرک ناقوس بجانا شروع کر دیتا جس سے آپ کو بے حد تکلیف ہوتی۔ ایک روز صبح صادق کے وقت باہر تشریف لے گئے۔ بت کدہ کے پاس سے گزرے تو اپنے ایک مخلص سے جو ساتھ تھا، پوچھا کہ وہ کون شخص ہے جو ناقوس بجاتا ہے۔

خادم نے اشارہ کیا کہ وہ شخص سامنے بت کدہ میں بیٹھا ہے، آپ نے ایک جلالی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ انشاء اللہ پھر ناقوس نہیں بجائے گا۔ وہ شخص اسی روز بیمار ہوا اور دوسری رات ناقوس بجانے کے وقت

سے پہلے ہی چل بسا۔

ایک مرتبہ آپ حکیم نیک عالم ﷺ صاحب اور مولوی محبوب عالم ﷺ کی استدعا پر میکووال ضلع گجرات تشریف لے گئے۔ گاؤں کے مالکان میں سے ایک شخص دعونت سے آپ کے متعلق بے ادبی کے کلمات کہہ گیا اور کہا کہ یہ لوگ فقیر نہیں ہوتے۔ محض مصنوعی دکان بناتے ہیں۔ جب آپ تشریف لے گئے تو اسے خیال پیدا ہوا کہ آخر اس شخص کو ایک نظر دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ وہ اس مسجد میں آیا جہاں آپ کا قیام تھا۔ حکیم نیک عالم صاحب نے پوشیدہ عرض کیا کہ یہ شخص آپ کے کمالات کا منکر ہے۔ آپ نے ایک نظر اسے دیکھا ایسی تاثیر ہوئی کہ اس کا قطب جاری ہو گیا اور وہ بے خود ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو قدموں پر گر پڑا۔ اور شرف بیعت سے مشرف ہوا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

ایک مرتبہ سرہند شریف جاتے ہوئے ضلع گجرات میں پنڈی لالہ میں بعض عقیدتمندوں کی خواہش پر دو تین روز کے لیے قیام فرمایا۔ ایک شخص نے آپ کی دعوت کی آپ کے ساتھ اس وقت پندرہ بیس آدمی تھے۔ کھانا ان کی تعداد کے مطابق تیار ہوا۔ اس روز جمعہ تھا۔ خلقت کا ایک ہجوم آپ کی زیارت اور آپ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہو گئی۔ ایک سو سے زائد افراد شریک دعوت ہوئے۔ صاحب دعوت کو کھانے کی کمی کا خطرہ تھا۔ وہ میاں احمد بخش صاحب کو اندر لے گیا اور حال بیان کیا۔ میاں صاحب نے آپ کی خدمت میں ساری بات عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ کھانا لا کر فقیر کے پاس رکھ دو اور اسے کپڑے کے ساتھ ڈھانپ دو۔ جب کھانا آپ کے سامنے لا کر ڈھک دیا گیا تو آپ نے اپنا دست مبارک کھانے کے اوپر رکھا اور ایک لحہ توقف کے بعد حکم دیا کہ اب اسے مہمانوں کو کھلانا شروع کر دو، انشاءاللہ کمی پیدا نہیں ہو گی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ o

تمام حاضرین شکم سیر ہو کر اٹھے۔ بہت سا کھانا باقی بچ رہا۔ حاضرین یہ دیکھ کر محو حیرت ہو گئے۔

میاں دائم گوندل آپ کا مخلص مرید تھا۔ ایک مرتبہ مرض جرب میں مبتلا ہوا۔ بہت علاج کیے گئے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کی کہ دعا فرمائیے! آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے کنویں پر (یعنی چاہ فیض عام پر جو انہی دنوں آپ نے جاری کرایا تھا) جا کر غسل کرو۔ اس نے غسل کیا اور مرض بالکل ختم ہو گیا۔ چند اور لوگوں نے جو اس مرض میں مبتلا تھے میاں دائم کے توسط سے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دی اور وہ بھی شفایاب ہو گئے۔

پھر عام اجازت ہو گئی۔ جو اس مرض میں مبتلا ہو، چاہ مبارک پر جا کر غسل کرنے سے شفا حاصل ہوتی ہے

اور یہ تاثیر اب بھی باقی ہے۔

آپ نے اپنے علاقے میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی۔ لوگوں کو بدعتوں اور غیر شرعی رسوم سے باز رکھا۔ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ جو لوگ آپ کے پاس بیعت ہونے کو آتے ان کے صدق و عقیدت کا امتحان لے کر انہیں بیعت کرتے تھے۔ طریقہ قادریہ میں داخل کرتے اور سلوک طریقہ مجددیہ طے کراتے۔

طبعیت میں حد درجے کا انکسار تھا۔ علماء و فقرا کے آنے پر سروقد تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اگر کوئی متشرع عالم آتا تو اس کی امامت میں نماز ادا فرماتے۔ طبعیت میں حد درجے کا توکل اور صبر و قناعت تھی۔ لباس میں کوئی تکلف اور ظاہر داری نہ تھی۔ اپنوں بیگانوں پر صلہ رحمی فرماتے۔ رات کو بہت تھوڑا سوتے۔ تقریباً تمام رات عبادت میں گزر جاتی۔ اور نماز تہجد کے لیے خاص اہتمام کرتے۔

آپ صاحب کرامت بھی تھے۔ آپ کی متعدد کرامتیں بیان کی گئی ہیں۔ آخری عمر میں آپ کو فالج کا مرض لاحق ہوا۔ شدت مرض کا یہ عالم تھا کہ اکثر غنودگی طاری ہو جاتی۔ لیکن اس حالت میں بھی کوئی نماز قضا نہ کی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ٥

وفات

۱۵ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ کو غروب آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے طریقت و حقیقت کا یہ آفتاب عالمتاب غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ نماز جنازہ حضرت مولانا عبدالرسول صاحبؒ سجادہ نشین للہ شریف نے پڑھائی۔ علماء و فضلا اور صلحا کی بڑی تعداد نے جنازے میں شرکت کی۔

اس وقت حضرت مولانا محمد عمر صاحب سجادہ نشین ہیں جو اپنے وقت کے مردِ کامل اور مردِ خدادوست ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ٥

حضرت مولانا خواجہ غلام دستگیر قصوریؒ

آپ جید عالم، زبردست فقیہ، متقی، سب بیدار، عالم باعمل تھے۔ حضرت خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ سے بیعت رکھتے تھے اور انہیں سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کیے۔ خاص کر علم حدیث میں دسترس حاصل کی۔ آپ کو حضرت خواجہ قصوری سے نسبت دامادگی اور خواہرزادگی بھی تھی اور مدینہ طیبہ کی زیارت اور حج مبارک سے بھی مشرف ہوئے تھے۔

خواجہ قصوریؒ کے حلقے میں اکثر شریک رہتے اور فیض حاصل کرتے۔ دین کے متعلق بعض متنازعہ امور

اور مسائل کے حل میں گہرا شغف رکھتے تھے اور اکثر اس میں مصروف رہتے تھے۔ حدیث میں آپ کو زبردست درک حاصل تھا۔

حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوریؒ کو حضرت خواجہ صاحبؒ کی طرف سے احادیث کی تدریس ،شرح وتراجم اور تفاسیر کلام مجید کی اجازت حاصل تھی ، جو کلاہ شریف اجازت سندِ احادیث کے ہمراہ حضرت خواجہ قصوریؒ کو حضرت محدثؒ دہلوی نے عنایت فرمائی تھی۔ آپ نے وہ کلاہ بھی حضرت مولانا غلام دستگیرؒ کو سند دیتے وقت عطا کر دی تھی۔ آپ اپنے وقت کے بے مثال اور عالم باعمل تھے۔ جن لوگوں نے اسلامی تعلیمات کے خلاف طوفان اٹھایا تھا آپ نے ان سے بڑے بڑے مناظرے کیے اور انہیں ہر مرتبہ بے بس کر دیا۔

آپ نے ہزاروں لوگوں کو راہِ مستقیم سے بھٹکنے سے بچایا اور انہیں دین اسلام کی حقانیت سے آگاہ کیا۔

آپ خانوادہ حضرت خواجہ قصوریؒ کے وہ روشن چراغ تھے جنہوں نے شرک وبدعت کی تیرہ شمی میں توحید کی روشنی پھیلائی اور ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا۔

متعدد کتابیں اور رسائل لکھے۔ تحفہ دستگیریہ، جواب اثنا عشریہ اور فرقہ وہابیہ بھی خوب لکھا جو کہ اب تک مطبوعہ شکل میں دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ! عمدۃ البیان فی اعدان مناقب النعمان بھی خوب تحریر فرمایا۔ ایک رسالہ تقدیس الوکیل بھی آپ کی یادگار ہے۔ رسالہ تقدیس الوکیل نیچریوں کے جواب میں لکھا اس کے علاوہ رسالہ جمعہ شریف بھی خوب لکھا۔ رسالہ عروۃ المقلدین یہ الہام القوی المبین رسالہ ہدایۃ الشیعین ، رافضیوں کے رد میں لکھا۔

غرض کہ اس دور میں اسلام دشمن عناصر نے مسلمانوں کے زوال کے سبب دینِ قیم پر جو اتہام باندھنے شروع کیے تھے اور جس طرح مسلمان مشاہیر پر الزام تراشیاں کی جارہی تھیں اور اسلامی تعلیمات کے ناقابل عمل ثابت کرنے کی ناپاک کوششیں جاری تھیں، آپ نے سب کا جواب لکھا۔ چونکہ آپ کو علوم متداولہ پر پورا عبور حاصل تھا اس لیے اسلام پر کیے گئے تمام اعتراضات کا رد لکھنا صرف آپ ہی کا کام تھا۔ اس طرح آپ نے اپنے بزرگوں کی سنت کو زندہ رکھا اور قلمی جہاد کیا، اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

وفات ۲۰ محرم ۱۳۱۵ھ کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

مزار مبارک قصور شریف کے عظیم قبرستان میں ہے جہاں آپ اپنے بزرگوں کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ○

حضرت مولانا حافظ نورالدینؒ چکوڑی شریف گجرات

حافظ صاحب قبلہ عالم خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوریؒ کے اہم خلفا میں سے تھے۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم تھے، تمام علوم متداولہ پر پورا عبور اور دسترس تھی، آپ کو حضرت خواجہ قصوریؒ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ آپ نے فقہ، حدیث، منطق، فلسفہ، ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا۔ خواجہ قصوریؒ سے فیض حاصل کرنے کے بعد آپ نے چکوڑی شریف میں جا کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ طالبان حق اور تشنگان علم کی بہت بڑی تعداد دور دور سے کھنچی چلی آتی تھی۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

۱۳۰۲ھ میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ○

شیخ عطا اللہ قندھاریؒ

شیخ عطا اللہ قندھاری جیسا کہ نام سے ظاہر ہے قندھار کے رہنے والے ایک بزرگ تھے۔ تحصیل علم کے لیے یہاں تشریف لائے۔ حضرت قبلہ عالم خواجہ شاہ غلام محی الدین قصوریؒ نے اپنے مکتوبات میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عجیب قدرت الٰہی ہے کہ عرصہ پانچ چھ سال کا گزرا کہ ایک شخص عطا اللہ نامی تحصیل علوم کے بعد میرے پاس آیا، اور بیعت کر کے اجازت مانگی کہ آپ مجھے تحصیل علوم کے لیے دہلی جانے کی اجازت دیں۔ تحصیل صحاح کے بعد وہ حضرت قبلہ پیرو مرشد شاہ غلام علی دہلویؒ کے مزار اقدس پر معتکف ہوا۔ ذکر اسم ذات نفی اثبات میں مشغول تھا کہ لطائف خمسہ وانور ثلثہ اس پر ظاہر ہوئے لیکن وہ ہر مقام میں امتیاز نہ کر سکا، اس وجہ سے وہ کچھ دل گرفتہ اور شکستہ خاطر تھا۔ آخر حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہیں یہ منزل طے کرنے کے لیے قصور شریف جانا چاہیے۔ چنانچہ اسی وقت سب کام چھوڑ چھاڑ قصور شریف میں حاضر ہوا۔ اور دو ماہ کامل میں کمال طاقت و وجدان حاصل کر لیا جو بیان سے باہر ہے، یہاں تک کہ ایک توجہ سے دریافت اظہار کر لیتا جو حب وصرفہ و معبودیت مطلقہ میں آخری مقام ہے۔

چنانچہ جب شیخ عطا اللہ قندھاریؒ سلوک کی تمام منازل طے کر چکے تو حضرت خواجہ قصوریؒ نے انہیں توجہات اور خلافت با اجازت دے کر رخصت فرمایا۔ انہوں نے قندھار کے علاقے میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی۔ اس طرح حضرت خواجہ قصوریؒ دائم الحضوری کا فیض پاک و ہند سے افغانستان بھی پہنچا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ○

حضرت مولانا غلام محمدؒ صاحب مرالی ڈیرہ اسماعیل خاں

موضع مرالی ڈیرہ اسماعیل خاں سے ایک میل دور ہے مولانا غلام محمد صاحبؒ اس قصبے کے رہنے والے تھے۔آپ کے بڑے خلفا میں سے تھے درس و تدریس کا شغل رکھتے تھے اور طالبان حق کو علم ظاہری و باطنی سے آراستہ کرتے۔ حلقہ توجہ بھی قائم کرتے اور محض نظر کی بدولت فیض عام کی دولت تقسیم کرتے جاتے تھے۔ بے مثل سخی تھے۔

جناب شاہ محمد مظہر صاحبؒ احمد یہ سعید یہ نے ان کی تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ اکثر وقت گریہ وزاری میں گزارتے۔ درویشوں اور مسکینوں کو پوشیدہ طور پر بہت کچھ دیتے۔

آپ کو اجازت اور خلافت حاصل تھی۔ آخری عمر میں لذت عبادت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ اور بوجہ بسیار گریہ کے بصارت جاتی رہی تھی۔

۱۲۹۷ھ ۱۲ ماہ رجب المرجب جمعہ کی شب کو مرالی شریف میں انتقال فرمایا۔آپ کی دختر نیک اختر مسماۃ غلام زہرا لڑکیوں اور عورتوں کو قرآن مجید اور فقہ کی ضروری تعلیم دیتی ہیں انہیں اپنے والد بزرگوار سے طریقہ اجازت حاصل ہے۔

حضرت مولانا مفتی غلام محی الدینؒ نمک میانی

آپ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ کے بڑے خلفا میں سے تھے اپنے ہم عصروں میں فقہ کے جید عالم تھے۔ جمعہ کے روز وعظ فرماتے۔ وعظ اس قدر موثر ہوتا تھا کہ سامعین کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے۔تمام عمر مسجد میں گزاری۔ اکثر اعتکاف کی حالت میں رہتے تھے۔ درس و تدریس کا شغل جاری تھا۔ مریدین بھی مسجد میں ہی حاضر ہوتے۔ زبردست متقی تھے۔ مطالعہ اور مراقبہ کا وقت مقرر کر رکھا تھا۔ کسی وقت بھی فارغ نہیں ہوتے تھے اوقات کی تقسیم اس طرح کی تھی کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کام کرتے رہتے۔ آپ کی یہ بڑی زبردست کرامت تھی کہ جو بے نماز آپ کی محفل میں آ بیٹھتا ہمیشہ کے لیے تائب ہو کر نماز کا پابند ہو جاتا۔

۱۳۰۲ھ ماہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی کہ فرشتہ اجل کو لبیک کہا اور قصبہ میانی میں پیوند خاک ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا مفتی غلام احمدؒ صاحب حاجی الحرمین بھی حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ کے مرید اور بیعت تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ۝

مولانا بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ لدھیکی

آپ حضرت خواجہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلفا میں سے تھے۔ اپنے وقت کے بے بدل عالم اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے خلفا میں فنانی الرسول حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ قلعہ والے عثمان گنج لاہور ایک ممتاز صوفی ہوئے ہیں۔

خواجہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا اور ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا ذکر بھی تبرکاً شامل کیا جارہا ہے۔

یہ عظیم روحانی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، شہر لاہور میں آپ پیر صاحب قلعہ والے کے نام سے مشہور ہیں آپ کا مزار مبارک عثمان گنج لاہور میں انوارِ مرتضائیہ کا مرکز ہے۔ آپ اس سلسلہ مرتضائیہ کے بانی تھے۔

آپ کی پیدائش ۱۸۱۳ء کے لگ بھگ موضع بھینی ضلع شیخوپورہ میں ہوئی بعدازاں آپ نے موضع قلعہ لعل سنگھ ضلع شیخوپورہ میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ نے حصول تعلیم کے لیے کئی سفر کیے۔ اسی سلسلے میں بہاولپور تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے عربی، فارسی، صرف ونحو، منطق، فلسفہ، اصولِ معانی، تفسیر، حدیث، فقہ ہیئت کے علاوہ متعدد مروجہ علوم حاصل کیے۔

مزید علم حاصل کرنے کا شوق آپ کو لاہور لے آیا۔ ۱۸۵۵ء میں اصلی والی مسجد میں قیام کیا۔ ایک عرصہ تک رشد وہدایت اور تبلیغ حق کے بعد جنوری ۱۹۰۳ء کو آپ کا وصال ہوا۔ مستری احمد بخش آپ کے مرید خاص نے آپ کا مزار مبارک تعمیر کروایا۔ مزار کی تعمیر بالکل حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے عین مطابق کرائی گئی ہے۔

آپ کے خلفا میں سب سے بلند مرتبہ آپ کے اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ انہیں بھی فنانی الرسول کا مقام حاصل تھا۔ آپ سرچشمہ فیض تھے، والد مرحوم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور انہیں کی طرح سلوک کی منزلیں طے کیں۔ آپ کا مزار حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ فنانی الرسول رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں مشرقی جانب واقع ہے۔

حضرت خواجہ نور محمد صاحب فنافی الرسول رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش

جس سال حضرت مستری احمد بخش مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ زمین خریدی اور حضرت خواجہ فنافی الرسول رحمۃ اللہ علیہ نے یاں سکونت اختیار کی، اسی سال ایک روز صبح کے وقت حضرت خواجہ عالم پیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی ولادت سعادت دسمبر ۱۸۹۶ء بروز جمعہ ہوئی۔ حضرت اس وقت اپنے مکان کے ملحقہ باغ میں تشریف رکھتے تھے، اورزاروقطار رورہے تھے۔

کسی مرید نے کہا حضور گھر تشریف لے چلیئے۔

فرمایا۔ میں نے اپنے لڑکے کی عمر دراز اور منظوری دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرائی ہے۔ چلہ کے بعد فرمایا کہ بچے کو لاؤ، اسے اپنی آغوش میں لے کر بیعت کیا اور خلافت عطا فرمائی اور نور محمدؒ نام رکھا۔

حضرت خواجہ عالمؒ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ حمیدیہ لاہور میں حاصل کی۔ پھر درس نظامیہ کا نصاب مفتی اعظم حضرت مولانا محمد یار صاحبؒ خطیب سنہری مسجد لاہور سے تمام کیا۔ آپ صرف ونحو، منطق وفلسفہ، تفسیر وحدیث، فقہ ادب، عروض ومعانی، اصول حدیث اور علم مناظرہ کے عالم بے بدل تھے۔

مارچ ۱۹۵۸ء میں آپ عرس مبارک کے موقع پر مریدین سے خطاب فرما رہے تھے کہ آپ کا مرید رائے پیر بخش ایک پلنگ اور بستر لے کر آیا اور سامنے سے گزرا اتفاقاً آپ کی نظر پڑ گئی۔ فرمایا۔ لو میرا جنازہ لے کر آ گیا ہے۔ چنانچہ ۲۱ مئی ۱۹۵۸ء کو واصل حق ہوئے۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد و عترتہ بعدد کل معلوم لک ٥